www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

نمرہ احمد کا نیا سلسلہ وار ناول

مَلالا

قسط نمبر: 6

باب اول "لاہور"

مالا (نمرہ احمد)

حصہ اول ''لاہور''

قسط نمبر:٦

''میرے لیے درخت ہمیشہ سے بہترین استاد رہے ہیں۔
میں ان کی عزت کرتا ہوں جب وہ رہتے ہیں جنگلوں میں
اپنے قبیلوں اور خاندانوں کے ساتھ۔
لیکن میرے دل میں ان کی عزت بڑھ جاتی ہے
جب میں دیکھتا ہوں کسی تنہا کھڑے درخت کو۔
وہ ہوتے ہیں اکیلے لوگوں کی طرح۔
عظیم، تنہا لوگ۔
ان کی بلند ترین شاخوں سے
دنیا سرسراتی ہوئی گزرتی ہے۔
اور ان کی جڑیں لامکاں میں پیوست ہوتی ہیں۔
لیکن وہ خود کو ان سب میں کھو نہیں دیتے۔
وہ اپنی ساری زندگی کوشش کرتے ہیں
اپنے قوانین کے تحت چلنے کی
خود کو اپنے اصل قدم تک پہنچانے کی۔
کیا زیادہ مثالی اور مقدس ہوگا
ایک خوبصورت، مضبوط کھڑے درخت سے؟

www.facebook.com/nemrahahmed.official

اور جب ایسے درخت کو کاٹا جاتا ہے'
تو اس کے گول تنے میں تم اس کی تاریخ پڑھ سکتے ہو۔
اس کے سالانہ دائرے' اس کے زخم'
ساری تکلیف جو اس نے دیکھی'
اس کی بیماریاں اور خوشیاں...
سب وہاں رقم ہوتا ہے۔
تنگدست سال کے دائرے
اور خوشحال برس کے دائرے...
وہ حملے جو اس نے برداشت کیے
وہ طوفان جو اس نے جھیلے...
اور ہر کسان کو معلوم ہوتا ہے کہ
سب سے سخت اور نفیس لکڑی
ہوتی ہے اس درخت کی
جس کے دائرے سب سے تنگ ہوتے ہیں۔
اور سب سے مضبوط اور نہ تباہ ہو سکنے والے درخت
اُگتے ہیں بلند پہاڑوں اور پرخطر چوٹیوں پر۔
درخت خانقاہیں ہیں۔
جس کو ان کی زبان سننی آتی ہے'
وہ جان سکتا ہے ان کا سچ۔
وہ علم یا تصورات نہیں پڑھاتے۔
بلکہ وہ سمجھاتے ہیں زندگی کا قدیم ترین قانون۔
ایک درخت کہتا ہے تم سے
کہ میری قوت ہے میرا ایمان۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

میں نہیں جانتا اپنے باپ دادا کو۔
یا ان اولادوں کو جو ہر بہار
میرے بیج سے جنم لیں گی۔
میں صرف اس بیج کی زندگی جی رہا ہوں
جس سے میں خود نکلا ہوں۔
مجھے اس بیج کو اس کی بہترین بلندی پہ پہنچانا ہے
ایک مکمل درخت بن کے۔
مجھے اپنی جہد مقدس لگتی ہے۔
اور جب تم پریشان ہوتے ہو
تو یہ درخت تمہیں کہتے ہیں'
تم پریشان اس لیے ہو کہ تمہاری راہیں
تمہیں اپنی ماں اور اپنے گھر سے دور لے جا رہی ہیں۔
لیکن ہر وہ قدم جو تم اٹھاؤ گے'
وہ تمہیں دراصل ماں کے قریب لے جا رہا ہے۔
گھر نہ یہاں ہے' نہ وہاں ہے۔
انسان کا گھر اس کے من میں ہے۔
یا وہ کہیں نہیں ہے۔
ہر قدم گھر کی طرف ہی جاتا ہے۔
ہر قدم نیا جنم ہوتا ہے۔
ہر قدم موت ہوتا ہے۔
ہر قبر ماں ہوتی ہے۔
درخت ہم سے زیادہ عقلمند ہوتے ہیں۔
جیسے ان کی زندگیاں ہم سے لمبی ہوتی ہیں۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

جس نے بھی درختوں کی زبان کو سننا سیکھ لیا

وہ کبھی بھی درخت نہیں بننا چاہتا۔

وہ کچھ بھی نہیں بننا چاہتا

سوائے اس کے

جو وہ خود اصل میں ہے۔

یہی ہے تمہارا گھر۔

اور یہی ہے تمہاری خوشی۔''

(جرمن شاعر اور ناول نگار ہرمن ہیسے کی کتاب سے اقتباس)

نشانتاشی (استنبول) کی ایک خوبصورت اسٹریٹ کے کارنر پہ ایک بوتیک بیکری تھی جو گلابی پھولوں سے سجی تھی۔ اندر کا سارا ڈیکور بھی پیسٹل کلرز میں کیا گیا تھا۔

بیکری کے کچن میں بیربل شیف یونیفارم پہنے کھڑا تھا۔ بال جالی دار ٹوپی میں مقید تھے۔ اس کے سامنے اسٹینڈ پہ کیک رکھا تھا جس کے اوپر وہ جھک کے احتیاط سے ڈیکور کر رہا تھا۔ دفعتاً سر اٹھا کے گردن دائیں بائیں گھمائی تو نظر دیوار پہ آویزاں ٹی وی اسکرین پہ پڑی۔ وہاں سی سی ٹی وی کیمرا کی فوٹیج نظر آ رہی تھی۔ وہ چونکا۔ بیکری کے دروازے کو کھول کے زارینہ اندر آتی دکھائی دے رہی تھی۔

بیربل کے چہرے پہ مسکراہٹ در آئی۔

''ہش...'' ہونٹوں سے آواز نکال کے ساتھ کام کرتے انٹرن شیف کو پکارا۔ وہ جو دونوں ہاتھوں سے ڈوہ گوندھ رہا تھا' فوراً قریب کھسکا۔ ''حاضر' شیف!''

''کل میں نے تمہیں ڈوہ بنانا سکھائی تھی۔ آج میں تمہیں سکھاؤں گا کہ شیطان کی انگلی لگا کے تماشہ کیسے دیکھتے ہیں۔''

دروازہ دھاڑ سے کھلا تو وہ دونوں تیزی سے دور دور ہوئے۔ زارینہ کی ناک پہ غصہ دھرا تھا اور وہ لانگ بوٹس سے ٹھک ٹھک چلتی تیزی سے ان کی طرف آ رہی تھی۔ اس نے سفید مڈی ڈریس پہن رکھا تھا' اور بل دار بال کندھوں پہ پھیلے تھے۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''یہ تم کیا باتیں پھیلا رہے ہو؟''

وہ اس کے سر پہ پہنچی اور ہتھیلی ورک ٹیبل پہ رکھ کے آگے جھکی۔ آنکھوں سے شرارے پھوٹ رہے تھے۔

''وعلیکم السلام' زارا۔ میں خیریت سے ہوں۔ پوچھنے کے لیے شکریہ۔''

بظاہر کیک پہ جھکے بیربل نے سر اٹھا کے اسے دیکھا اور مسکرایا۔

''بیربل' مجھے غصہ نہ دلاؤ۔'' وہ اس کی طرف جھک کے غرائی۔ ''سچ سچ بتاؤ۔ ماہر کس کے ساتھ انوالوڈ ہے؟''

بیربل نے گہری سانس لی اور سیدھا ہوا۔ اب ان دونوں کے درمیان صرف ایک کیک تھا۔

''کبھی سوچا مجھے کتنا برا لگتا ہوگا جب تم ہر بات میں صرف ماہر کے لیے فکرمند ہوتی ہو۔ بیربل سے تو کوئی پیار نہیں کرتا۔''

زارا کی برداشت اب ختم ہو چکی تھی۔ اس نے ساتھ رکھی چھری اٹھائی اور کیک کے اوپر جارحانہ انداز میں لے گئی گویا اس کے اندر گاڑنے لگی ہو۔

''اچھا اچھا بتاتا ہوں..... '' بیربل نے جلدی سے دونوں ہاتھ کھڑے کیے۔ ''پوچھو... کیا پوچھنا چاہتی ہو؟''

''ماہر کیا کرتا رہا ہے اتنے مہینے۔''

''تم اس کی بیسٹ فرینڈ ہو نا۔ خود پوچھ لو۔''

وہ ایک نظر زارا کے چھری والے ہاتھ کو دیکھتا اور دوسری کیک پہ ڈالتا۔ البتہ اس کے ہاتھ تیار تھے۔ ادھر وہ حملہ کرے۔ ادھر وہ کیک نیچے سے کھینچ لے۔

''وہ بدل گیا ہے۔'' وہ غصے سے بولی لیکن آواز میں بے بسی تھی۔ ''کچھ ہوا ہے اس کو۔ وہ پہلے ہر بات مجھ سے شیئر کرتا تھا۔ اب جیسے اپنے خول میں چلا گیا ہے۔''

''تم جیلس ہو کیا؟''

بیربل کی نظریں اس کے ہاتھ میں پکڑی چھری پہ تھیں۔

''میں کیوں جیلیس ہوں گی؟'' وہ سنبھل کے مسکرائی۔ ''میں بطور ایک دوست اس کے لیے فکرمند ہوں۔''

''ہاؤ سویٹ۔'' بیربل نے معنی خیز انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

''پھر؟'' زارا نے سوالیہ انداز میں ابرو اٹھایا۔ ''کون ہے وہ لڑکی؟''

''پہلے چھری۔ پھر لڑکی۔'' اس نے ہاتھ بڑھایا۔ زارا چند لمحے اسے گھورتی رہی' پھر زور سے چھری اسے تھمائی۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''میں نے اسے صرف ایک دفعہ دیکھا تھا۔'' وہ ریلیکس انداز میں چھری دور رکھتے ہوئے بتانے لگا۔ ''مجھے بس اتنا معلوم ہے کہ ماہر آفندی کو لڑکی پسند ہے اور لڑکی کو پودے۔ اور یہ عشق کا غم ایسا ہے کہ وہ بہت جلد اس سے نکل نہیں سکے گا۔''

زارینہ کچھ دیر کے لیے کچھ بول نہ سکی۔ بدقت الفاظ جمع کیے۔

''لیکن... ان دونوں کے درمیان جو بھی تھا' وہ ختم ہو گیا نا؟'' وہ جیسے خود کو امید دلا رہی تھی۔ ''ماہر اسے چھوڑ کے آ گیا ہے اور وہ نارمل طریقے سے کام کر رہا ہے۔ وہ اسے بھلا دے گا۔''

بیربل دھیرے سے ہنسا۔

''میں ماہر کی رگ رگ سے واقف ہوں۔ اسے پہلی دفعہ محبت ہوئی ہے۔ اور وہ اسے اگلے کئی سال نہیں بھلا سکے گا۔ یہ جو اتنے دن سے وہ کیف میں روبوٹ کی طرح کام کرتا دکھائی دے رہا ہے نا' یہ سب اداکاری ہے' زارا۔ وہ لڑکی ایک دفعہ اس کے سامنے آ جائے' اس کا خول فوراً ٹوٹ جائے گا۔ ماہر اپنے محبوب لوگوں سے دستبردار نہیں ہوا کرتا۔''

بیکری کچن میں چند لمحے کے لیے خاموشی چھا گئی۔ صرف بیکرز کے دائیں بائیں چلنے کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔

''کیسی ہے وہ؟'' وہ ایک دم بالکل سنجیدگی سے بولی۔

''خوبصورت۔ ٹیلنٹڈ۔ groomed۔''

''ماہر کو کیا پسند ہے اس میں؟''

بیربل رک گیا۔ اس نے سوچنے کی کوشش کی۔ ''معلوم نہیں۔ کہتی ہو تو پوچھ کے بتا دوں؟ ویسے بھی وہ غمِ عشق کا شکار ہے۔ شاید اس کی یاد میں کوئی غزل ہی کہہ دے۔''

''بابا نے اسے کیسے راضی کیا لندن جانے کے لیے؟'' زارا نے نظر انداز کر کے اگلا سوال داغا۔

''مجھے کیا معلوم۔ جیسے تمہارا باپ مشین۔ ویسے ہی میرا بھائی مشین۔ اب دو مشینوں کی آپس کی ڈیلز وہی جانیں۔ ویسے...'' بیربل نے یاد کرنے کی اداکاری کی۔ ''تمہارے والد صاحب جانتے ہیں اس لڑکی کو۔ ساری تفصیل ہے ان کے پاس۔ انہوں نے بھی تمہیں نہیں بتایا؟ چچ...''

زارینہ چونک اٹھی۔ پہلے چہرے پہ بے یقینی ابھری اور پھر زخمی پن۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''بابا جانتے ہیں؟''

''ہاں۔ بے شک پوچھ لو ان سے۔''

زارینہ متذبذب سی اسے گھورے گئی۔

''مجھے تمہارا یقین نہیں ہے۔ تمہارے منہ سے اکثر جھوٹ ہی نکلتے ہیں۔''

''میرا منہ جھوٹا سہی' کم از کم میرا اپنا ہے۔'' آگے جھک کے اس کے قریب سرگوشی کی۔ ''کیونکہ اس کو کسی بوٹوکس نے نہیں چھوا۔''

زارا تیزی سے پیچھے ہوئی' اس کی رنگت بدلی۔

''بدتمیز۔'' غصے سے پیر زمین پہ مارا اور مڑ گئی۔ وہ مسکرا کے اسے جاتے دیکھتا رہا۔

''ایسے لگاتے ہیں شیطان کی انگلی۔ اب ہو گا باپ بیٹی میں جھگڑا۔''

فخر سے ساتھ کھڑے انٹرن کو بتایا جو بہت عقیدت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''لیکن بیربل بے... آپ کو اس سے کیا فائدہ ہو گا؟''

''دیکھو دوست...'' اس نے انٹرن کے کندھے پہ ہاتھ رکھا اور سمجھانے والے انداز میں بولا۔ ''ہر بات فائدے یا نقصان کے لیے نہیں کی جاتی۔ کچھ چیزیں میں اپنے اندر کے شیطان کے ہاتھوں مجبور ہو کے کرتا ہوں۔ جتنا عذاب میرا بھائی اور چچا مجھے دیتے ہیں' یہ تو اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ سیکھو مجھ سے۔''

''وائی بے۔ آپ بہت ذہین ہیں شیف۔'' وہ دانت نکوس کے بولا۔ بیربل نے مسکرا کے اسے دیکھا اور پھر اسے خیال آیا۔

''سچ سچ بتاؤ۔ تم لوگوں نے بھی میرے نام تو نہیں رکھے ہوئے؟''

''اللہ اللہ۔ آپ کوئی ماہر بے جیسے باس تھوڑی ہیں جو ہم آپ سے تنگ ہوں۔ ہم تو آپ کو صرف شیف یا patron پیترون (باس) کہہ کے پکارتے ہیں۔'' مسکرا کے بتایا تو بیربل کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھر گئی۔ اس کی بیکری کا ماحول اتنا دوستانہ اور ہنسی مذاق والا تھا کہ اسے یقین تھا یہاں کوئی اس کا نام نہیں رکھ سکتا۔ ماہر کو بس ہر ایک پہ شک کرنے کی عادت تھی۔ ہونہہ۔ وہ سر جھٹک کے دستانے اتارنے لگا۔

''میں ذرا ایک دوست سے ملنے جا رہا ہوں۔ پیچھے کام دیکھ لینا۔'' انٹرن شیف کا کندھا تھپکا اور باہر نکل گیا۔ شیف نے اسے جاتے دیکھا اور جب وہ چلا گیا تو اس نے مسکرا کے فون نکالا اور واٹس ایپ پہ بیکری کے ورکرز کا

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

گروپ کھولا جس میں بیر بل نہیں تھا۔اس کی انگلیاں میسیج ٹائپ کرنے لگیں۔

" pinnochio (پی نوکیو) بیکری سے چلا گیا ہے۔رات تک نہیں آئے گا۔آج کام کے بعد پارٹی کریں گے۔"

مسکرا کے فون رکھا اور کام میں مصروف ہو گیا۔

(پی نوکیو ایک فیری ٹیل کردار ہے جو جھوٹ بولنے اور مسئلے کھڑے کرنے کے لیے مشہور ہے۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مبین منزل پہ شام اترتے ہی کچن سے کھانے کی مہک اٹھنے لگی۔جب تک ماں کھانا بناتی تھیں' ایسی برکت ہوتی کہ کم نہیں پڑتا تھا، مگر جب سے کچن کا چارج بخت بی کے ہاتھ میں آیا تھا' اکثر دوپہر کا سالن شام تک نہیں بچتا تھا۔ماں بسم اللہ پڑھے بغیر کھانا شروع نہیں کرتی تھیں۔ان کا کہنا تھا کہ اگر کھانے کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لی جائے تو اس کھانے میں نہ بے برکتی ہوتی ہے' اور نہ ہی اس میں ملا ہوا زہر یا جادو اثر کرتا ہے۔لیکن بخت بی ایسی باتوں پہ کم دھیان دیتی تھی۔اسی لیے آج پھر سر شام پلاؤ بنانے شروع ہو گئی تھی۔

مالا اس وقت ماں کے ساتھ کمرے میں بیٹھی تھی۔اس کا ذہن زیاد کے رشتے والے معاملے میں الجھا ہوا تھا۔دفعتاً ماں نے اسے آواز دی کہ انہیں باتھ روم لے جائے۔معید لاؤنج میں بیٹھا کانوں پہ ہینڈز فری چڑھائے یوٹیوب پہ کوئی ویڈیو دیکھ رہا تھا اور بخت بی کچن میں لگی تھی۔تبھی انہوں نے مالا کو پکارا تھا ورنہ وہ اب کوشش کرتی تھیں کہ اپنا بوجھ بخت بی پہ ڈالیں۔

مالا ان کے پکارتے ہی فوراً سے اٹھ کھڑی ہوئی۔جتنا ماں اس کو کم سے کم کام کہنے کی کوشش کرتی تھیں' اتنا وہ ان کے کاموں کے لیے سب سے پہلے کھڑی ہوتی تھی۔بات صرف فرمانبرداری کی نہیں تھی۔وہ ماں کو کسی دوسرے پہ نہیں چھوڑ سکتی تھی۔جس دن سے ماں بیمار ہوئی تھیں' مالا کے لاشعور میں ایک خوف سا بیٹھا تھا۔کہ کسی دن وہ اچانک سے کمرے میں داخل ہو گی اور ماں گری ہوئی ملیں گی۔ان کے سر سے خون بہہ رہا ہو گا۔یہ خوف اسے رات میں ایک دم سے جگا دیا کرتا تھا۔وہ اٹھ کے چیک کرتی۔ماں گر تو نہیں گئیں؟ حالانکہ ماں آرام سے سو رہی ہوتیں۔

انہیں باتھ روم میں چھوڑ کے وہ باہر آئی تو موبائل بج رہا تھا۔زیاد کالنگ۔

اس کے چہرے پہ ایک خوبصورت مسکراہٹ بکھر گئی۔اس نے ائیر پوڈز کانوں میں لگائے اور کمرے سے باہر نکل آئی۔ماں کو ابھی باتھ روم میں کچھ وقت لگنا تھا۔اور اسے اوپر اسٹوڈیو سے کچھ سامان بھی اٹھانا تھا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''کچھ سوچا آپ نے؟'' تمہید کے چند فقروں کے بعد ہی وہ نرمی سے پوچھنے لگا۔ وہ اس کی آواز سنتے ہوئے زینے چڑھنے لگی۔ کھلے بال شانوں پہ بکھرے تھے اور چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔ وہ بہت دن بعد خوش اور مطمئن نظر آتی تھی۔

''سوچ رہی ہوں۔'' اسٹوڈیو اندھیر پڑا تھا۔ مالا نے سوئچ بورڈ پہ ہاتھ مارا تو سارے میں روشنیاں بکھر گئیں۔ زیاد نے اس کی زندگی میں بھی ایسے ہی روشنی کی تھی۔

''کتنا وقت لیں گی سوچنے میں؟'' وہ گہری سانس لے کر بولا جیسے تھک گیا ہو۔

وہ ہلکا سا ہنس دی۔

''مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بس ماں کو ابھی اکیلا نہیں کرنا چاہتی۔''

''میں ابھی شادی کی بات کر بھی نہیں رہا۔ ہم شادی تب کریں گے جب آنٹی مکمل طور پہ صحت یاب ہو جائیں گی۔''

''ان شاءاللہ۔ آپ کی امی کیسی ہیں؟''

وہ ان کی خیریت پوچھتے ہوئے کیبنیٹس کے سامنے بیٹھی اور ان کے دروازے کھولنے لگی۔ اسے صبح ریستوران لے جانے کے لیے چند پینٹنگ ٹولز چاہیے تھے جو انہی کیبنیٹس میں رکھے تھے۔

''عجیب پراسراری بیماری لگ گئی ہے ان کو' کشمالہ۔'' وہ اداس ہوا۔ ''میری امی نے ایک بہت مشکل زندگی گزاری ہے۔ میرے ابو کافی...'' زیاد نے رک کے الفاظ کا چناؤ کیا۔ ''کافی سخت تھے۔ ان کو امی شروع دن سے نہیں پسند تھیں۔ کیونکہ امی خوبصورت نہیں تھیں۔''

''ارے۔ اتنی گریس فل ہیں وہ۔ ایسے نہ کہیں۔'' اسے واقعی حیرت ہوئی۔

''امی سانولی تھیں اور ابو کا رنگ گورا تھا۔ بس وہ ہماری سوسائٹی کے خوبصورتی کے معیار پہ پوری نہیں اترتی تھیں۔''

''حالانکہ سانولا رنگ تو اتنا خوبصورت ہوتا ہے۔'' اسے افسوس ہوا۔ آج کے دور میں بھی کوئی کلر شیمنگ کر سکتا تھا کیا؟ اور پھر... مائیں تو ہوتی ہی خوبصورت ہیں۔

''مگر میری ماں کو ہمیشہ سے بدصورتی کا طعنہ ملا۔ ان کی ذات بہت کمپلیکس میں چلی گئی۔ لیکن انہوں نے ابو کی ہر اچھی بری بات برداشت کی۔ میرے لیے۔ میں امی کی زندگی کی تمام خوشیوں کا محور ہوں۔ امی اور ابو کی میرڈ

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

لائف سے میں نے یہ سیکھا ہے کہ بیوی کی عزت سب سے اوپر ہوتی ہے۔اور میں نے بہت پہلے فیصلہ کرلیا تھا کہ میں اپنی بیوی پہ کبھی تنقید نہیں کروں گا۔اس کا دل نہیں دکھاؤں گا۔اس کو وہ عزت اور مرتبہ دوں گا جو اس کو ملنا چاہیے۔'' وہ رکا اور ٹھہر ٹھہر کے نرمی سے بولا۔'' کشمالہ میں آپ کو کبھی ہرٹ نہیں کروں گا۔''

(وہ آپ کو ہرٹ کرے گا۔وہ نارسیسٹ ہے۔پیٹر پین سنڈروم۔وہ لڑکا جو کبھی بڑا نہیں ہوتا۔)

کیبنیٹ کھولتے ہوئے وہ رکی۔ایک آواز ذہن میں گونجی تھی۔اندرونِ لاہور کی گلیاں اور ٹوٹی ہوئی خطائی کی خوشبو۔اس نے سر جھٹکا۔

'' سب شادی سے پہلے کہتے ہیں کہ وہ بیوی کو ہرٹ نہیں کریں گے۔لیکن کرتے ہیں۔''

'' آپ مجھے آزمالیں۔کیوں نا ہم فوراً شادی کے بجائے کچھ عرصہ ایک دوسرے کو جاننے میں گزاریں؟ کوئی انسان کتنی اداکاری کرسکتا ہے؟ میں جیسا اب ہوں ویسا ہی رہوں گا۔'' پھر یاد آنے پہ بولا۔'' ہاں میں تھوڑا سا تلخ ہوں۔میں چیزوں کو تنقیدی نظر سے دیکھتا ہوں۔میرے ابو کے رویے نے شاید مجھے ایسا بنادیا ہے۔لیکن آپ نے میری اصلاح کرنی ہے۔ہمیشہ۔کبھی میری کوئی بات بری لگے تو آپ مجھے بتائیں گی۔اور میں اس عادت کو ختم کرلوں گا۔''

'' مجھے سچ بولنے والے کبھی برے نہیں لگتے۔'' وہ ہلکا سا مسکرائی اور بازو بڑھا کے کیبنٹ میں پیچھے پیچھے رکھا ایک باکس نکالا۔پھر اسے اپنے سامنے فرش پہ رکھ کے کھولا۔

اس کے اندر مٹیالے سفید جوگرز رکھے تھے جن کے گلابی تسمے تھے۔

مالا نے دھیرے سے انگلیاں ان جوگرز پہ پھیریں۔یہ اس کے تھے۔کسی زمانے میں۔

اس کے لبوں پہ اداس سی مسکراہٹ بکھر گئی۔کہاں سے چلے تھے۔کہاں پہنچ گئے تھے۔

'' آپ لوگ کل آجائیں۔ہم آپ کو اپنا جواب سنا دیں گے۔'' وہ جوگر اٹھا کے الٹ پلٹ کر کے دیکھنے لگی۔سارے فیصلے ہو چکے تھے۔زیادی کی آواز ایک دم کھل اٹھی۔

'' واقعی؟ میں امی کو بتاتا ہوں۔وہ بہت خوش ہوں گی۔''

اس نے فون رکھا اور پیار سے اس جوگر کو ہاتھ میں اٹھائے دیکھنے لگی۔پھر محسوس ہوا اس کے اندر کچھ ہے۔شاید جراب۔اس نے ہاتھ ڈال کے باہر نکالا تو ایک کھڑکھڑاتا ہوا پلاسٹک کا خالی پیکٹ تھا۔اسے یہ پیکٹ یاد تھا۔وہ مسکرادی۔بلکہ اسے وہ دن آج بھی یاد تھا جب اس نے یہ پیکٹ اس جوگر میں ڈالا تھا۔اور پھر ماں نے اسے....

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

ماں... وہ کرنٹ کھا کے اٹھی۔ ماں باتھ روم میں تھیں۔ وہ انہیں بھول گئی تھی۔ اوہ خدایا۔

وہ تیزی سے باہر بھاگی۔ اندھا دھند زینے پھلانگے اور نیچے لاؤنج میں آئی۔ معید اسی طرح ہیڈ فونز چڑھائے ویڈیو میں مگن تھا۔ بخت بی کچن میں پیاز فرائی ہونے کے شور میں الجھی تھی۔

مالا بدحواسی سے دوڑتی ہوئی کمرے میں آئی۔ اور تیزی سے دروازہ کھولا۔ دروازوں کے پار والے منظر اسے ہمیشہ خوفزدہ کرتے تھے۔

دروازہ کھلتا چلا گیا۔ اس کا بیڈروم نظر آیا۔ سامنے... باتھ روم کے دروازے کے سامنے.... ماں فرش پہ گری ہوئی تھیں۔

ایک لمحے کے لیے وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکی۔ شاک.. خوف... وہ منجمند ہوگئی۔

ماں فرش پہ گرے گرے اٹھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ چہرے پہ شدید درد کے آثار تھے۔ اسے دیکھا تو اسی تکلیف سے بولیں۔

"مالا... بیٹے کہاں چلی گئی تھی؟ میں نے تمہیں اتنی آوازیں دیں...."

اس نے چیخ روکنے کے لیے دونوں ہاتھ منہ پہ رکھ لیے۔ ہاتھ کانپنے لگے تھے۔ ایک لمحے کے لیے وہ بت بن گئی۔ یہ سب کیسے ہوا؟

وہ ماں کو باتھ روم میں بھول گئی تھی۔ انہوں نے اسے آوازیں دیں لیکن جب وہ نہیں آئی تو اس بوڑھی عورت نے خود باہر آنے کی کوشش کی۔ وہ وہیل چیئر پہ بیٹھیں اور اسے بدقت چلاتے ہوئے باتھ روم سے باہر آئیں۔ لیکن کمرے کے فرش پہ قالین کے مڑے ہوئے حصے کی وجہ سے ان کا پاؤں رپٹ گیا اور وہ وہیل چیئر سے اوندھے منہ نیچے گریں۔ گرتے گرتے انہوں نے ساتھ رکھے صوفے کا سہارا لیا جس سے وہ منہ کے بل گرنے سے بچ گئیں۔ اب اپنے وزن کے باعث ان سے اٹھا نہیں جا رہا تھا۔ ان کے چہرے پہ بے بسی تھی اور تکلیف تھی۔

"ماں... میری ماں.... اف..." وہ ایک دم رونے لگی۔ پھر تیزی سے ان کے پاس آئی اور ان کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لیا۔ کیا وہ ٹھیک تھیں؟ کیا ان کا خون نکل رہا تھا؟ وہ ان کو اٹھانے کے بجائے یہ دیکھ رہی تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

"نہ میری بیٹی... نہ روؤ۔" ماں اسے روتے دیکھ کے پریشان ہوگئیں۔ "تم روؤ گی تو میرا دل دکھے گا۔ تمہاری غلطی نہیں ہے۔"

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

مگر وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے روئے جا رہی تھی۔ اس نے کندھے سے تھام کے ماں کو اوپر اٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ ان کا وزن نہیں سہار سکتی تھی۔ ذہن قدرے جاگا تو وہ زور سے چلاتے ہوئے معید کو آواز دینے لگی۔

''معید .... کیف... سلیم... جلدی آؤ...'' وہ گھر کے سارے مردوں کو آوازیں دے رہی تھیں۔

چند لمحے میں سب دوڑے چلے آئے۔ معید۔ بخت بی۔ سلیم۔ سب نے بھاگ کے ماں کو سہارا دیا اور اوپر صوفے پہ بٹھایا۔ معید جلدی سے ان کے پیر اور ٹانگیں چیک کرنے لگا۔ معجزانہ طور پہ ان کے صرف پیر پہ موچ آئی تھی۔ کوئی بڑا نقصان نہیں ہوا تھا۔

لیکن وہ روئے جا رہی تھی۔ مسلسل نفی میں سر ہلاتے ہوئے۔ ماں اپنی تکلیف بھول کے پریشانی سے اس کو دیکھ رہی تھیں۔

''میری بیٹی... تم نہ روؤ۔ تمہاری غلطی نہیں ہے۔''

لیکن اسے معلوم تھا کہ یہ سب اس کی غلطی ہے۔ اتنے مہینے سے ایک خوف سا دل میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ آپریشن کے بعد ہسپتال کے کمرے کا دروازہ کھول کے اندر داخل ہوگی تو اندر کا منظر کیسا ہوگا؟ وہ کبھی اپنے کمرے کا دروازہ کھول کے داخل ہوگی تو وہ ماں کو کسی بری حالت میں دیکھے گی۔ بند دروازوں کے پیچھے کے منظر اسے ہمیشہ ڈراتے تھے۔ وہ ان کا سایہ بن کے ان کے ساتھ رہتی تھی۔ آج وہ کیسے انہیں بھول گئی؟

''مالا تمہاری غلطی نہیں ہے۔ میں بھی ہیڈ فون لگائے ہوئے تھا ورنہ سن لیتا۔ میری غلطی ہے۔'' معید بھی پریشانی سے کہتا اس کو چپ کروانے لگا۔ لیکن وہ ماں کے قدموں میں نیچے بیٹھی ان کا ہاتھ تھامے سر جھکائے روئے جا رہی تھی۔

''میں آپ کو دوبارہ کبھی نہیں بھولوں گی' ماں۔'' وہ زیر لب بڑبڑا رہی تھی۔

''بیٹے میں ٹھیک ہوں...''

''مالا یار... شکر کرو کوئی نقصان نہیں ہوا۔ صدقہ دو اور رونا بند کرو۔ بس۔'' معید نے اب کے اسے ڈپٹا۔ لیکن وہ سر جھکائے مسلسل رو رہی تھی۔ معید نہیں سمجھ سکتا تھا کہ اس کا کرب کیا تھا۔ اور نہ ہی ماہی۔

ماہی سمجھتی تھی کہ وہ بدنصیب ہے کیونکہ وہ ماں سے دور ہے اور ان کی بیماری میں ان کی خدمت نہیں کر پا رہی۔ دنیا صرف ماں کی بیماری کے وقت اس کے پاس موجود اولاد کو دیکھتی ہے۔ لیکن ماں کی صحت کے دنوں میں کون ان کے پاس تھا' اور کون انہیں چھوڑ کے چلا گیا تھا' یہ صرف اولاد کو یاد رہتا ہے۔ یہ اسے یاد تھا۔ ماں کو شاید بھول گیا ہو۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

مائیں بھلا دیتی ہیں۔لیکن اسے سب یاد تھا۔

اسے معلوم تھا اب اسے کیا کرنا ہے۔ بند دروازے کے پیچھے نظر آنے والے اس ایک منظر نے سارے فیصلے کروا دیے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سریار (استنبول) کی وہ اونچی اپارٹمنٹ بلڈنگ اس رات مصنوعی بتیوں سے روشن کھڑی دکھائی دیتی تھی۔ ٹاپ فلور کے ڈپلیکس پینٹ ہاؤس کے اندر جھانکو تو سیاہ سفید لونگ روم میں زرد بتیاں جلی تھیں۔ اوپن کچن میں فیضی حانم کام کرتی دکھائی دے رہی تھیں۔ اور لونگ روم کے ایل شیپ سیاہ صوفے پہ ماہر بیٹھا تھا۔ اس نے دونوں پیروں کی قینچی بنا کے میز پہ رکھی ہوئی تھی۔ اور گود میں کشن کے اوپر لیپ ٹاپ رکھے ہوئے تھا۔ سفید شرٹ کے آستین کہنیوں تک موڑ رکھے تھے اور بال ماتھے پہ بکھرے تھے۔ وہ کچھ دیر پہلے آفس سے آیا تھا لیکن لباس تبدیل کیے بغیر یہاں بیٹھ گیا تھا۔ اسے رات کی تنہائی اور خاموشی میں یہ ویڈیو کال کرنی تھی۔

پیچھے آتش دان کے اوپر شیلف پہ رکھی ایک موم بتی جل رہی تھی۔ ڈارک روسٹ کافی کی مہک والی موم بتی۔ لیکن ماہر فرید اس وقت اس خوشبو سے بے نیاز اپنی ساری توجہ اسکرین پہ مرکوز کیے ہوئے تھا۔ وہاں ایک سفید اپارٹمنٹ کے کچن کا منظر نظر آ رہا تھا۔ اور سامنے چھوٹے باب کٹ بالوں والی ماہی بیٹھی تھی۔

اس کا چہرہ بھی ویسا ہی سنجیدہ تھا۔ اور ابرو خفگی سے اکٹھے تھے۔ یا شاید ندامت سے۔ اپنی بہن کو بتائے بغیر اس کے دشمن سے بات کرنے کی ندامت۔

''لانگ ٹائم' ماہی۔'' وہ نرمی سے بولا تو ماہی نے گہری سانس لی۔

''جی... لانگ ٹائم۔'' پھر اسے کچھ یاد آیا۔ وہ قدرے آگے جھکی اور اس کی آنکھوں میں بغور جھانکا۔

''جب ہم پہلی دفعہ ملے تھے' تو آپ اکیلے نہیں تھے' ماہر صاحب۔ آپ کے ساتھ آپ کی محبوبہ بھی تھی۔ وہ کہاں گئی؟''

ماہر کے چہرے پہ اداس سی مسکراہٹ ابھری۔

''ہمارے درمیان جدائی آ گئی۔''

''آپ نے اسے چھوڑ دیا؟ ناممکن۔''

وہ ہلکے سے شانے اچکا کے رہ گیا۔ ''سچ کہہ رہا ہوں۔ چھوڑ دیا اسے۔'' پھر توقف سے بولا۔ ''میں تم سے ملنے

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

وین کو ور آؤں گا۔"

ماہی نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔ "آپ کو جو پوچھنا ہے وڈیو کال پہ پوچھ سکتے ہیں۔ اتنی دور آنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"میں وہ باتیں سنتا ہوں جو کہی نہیں جاتیں۔ اگر مجھے وڈیو کال پہ جواب مل جاتے تو میں کشمالہ کا ڈرائیور نہ بنتا۔"

"یہ آپ نے بہت غلط کیا۔" ماہی کے ماتھے پہ بل پڑے۔ ایک دم سے سب یاد آیا تھا۔ "آپ نے میری بہن کو بہت بڑا دھوکہ دیا ہے۔"

"جانتا ہوں۔ غلط کیا ہے۔ مگر کیا کروں؟" ہلکے سے کندھے اچکائے۔ "مجھے اپنی بہن کو ڈھونڈنا تھا۔"

"آپ کی بہن کے بارے میں ہم کیسے جان سکتے ہیں؟"

"یہ تو مجھے نہیں معلوم۔ لیکن تم جانتی ہو۔ میں نے تمہیں اس کی تصویر بھیجی ہے۔ وہ دو سال پہلے لاپتہ ہوئی تھی جب وہ نو سال کی تھی۔"

"میں نے آپ کی بھیجی ہوئی تصویر دیکھی ہے لیکن میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا نہ اس کا نام سنا ہے۔ میں واقعی نہیں جانتی۔"

"تمہیں یاد آ جائے گا۔ آہستہ آہستہ۔"

"جب میں جانتی ہی نہیں تو مجھے کیسے یاد آئے گا؟" وہ متذبذب سی تھی۔ اس آدمی کو بات سمجھ میں کیوں نہیں آ رہی تھی۔

"ویسے..." وہ توقف سے پوچھنے لگی۔ "ہلال لاپتہ کیسے ہوئی تھی؟"

ماہر کے چہرے پہ ایک سایہ سا لہرایا۔ "لوگ کہتے ہیں وہ مر گئی ہے۔ میرا دل نہیں مانتا۔"

"شاید لوگ درست کہتے ہوں اور آپ denial میں ہوں۔"

"وہ زندہ ہے۔ اور وہ میرا انتظار کر رہی ہے۔ مجھے صرف اسے ڈھونڈنا ہے۔"

وہ بہت سکون اور یقین سے کہہ رہا تھا۔ وہ اب بھی ویسا ہی تھا۔ وہی "مجھے سب معلوم ہوتا ہے" والا انداز۔

"آپ نے مالا سے پوچھا؟"

ماہر نے اثبات میں سر ہلایا۔ ذہن چند لمحے کے لیے مبین منزل میں واپس چلا گیا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

جس روز مالا کے اوپر لفٹ میں کسی نے حملہ کیا تھا' اس روز گھر آنے کے بعد' جب وہ شادی میں جا رہی تھی' ماہر نے اسے روکا تھا۔

''کیا بات ہے؟'' کامدار لباس میں ملبوس لڑکی جھمکا درست کرتے ہوئے کار میں بیٹھ رہی تھی۔ اس نے پکارا تو رک کے اسے دیکھنے لگی۔ وہ کسی ایسے ہی مصروف لمحے میں اس سے پوچھنا چاہتا تھا جب وہ زیادہ غور نہ کر سکے۔

''یہ بچی کون ہے؟'' موبائل پہ ہلال کی تصویر دکھائی۔

''مجھے نہیں پتہ۔ کون ہے؟'' کشمالہ نے اچھنبے سے تصویر دیکھی۔

''کیا آپ نے اس کو دیکھا تھا؟ یہ سیلون میں لفٹ کے آس پاس تھی۔''

مالا نے جھک کے غور سے اس تصویر کو دیکھا۔ پھر نفی میں سر ہلایا۔ اس کے چہرے پہ شناسائی کی کوئی رمق نہ تھی۔

''نہیں تو۔ میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔ ایسے ہی کسی کی بچی ہوگی۔ مجھ پہ حملہ کسی آدمی نے کیا تھا۔'' اور دروازہ کھول کے اندر بیٹھ گئی۔

ماہر نے آنکھیں کھولیں۔ وہ استنبول میں اپنے اپارٹمنٹ میں بیٹھا تھا اور سامنے لیپ ٹاپ پہ ماہی نظر آ رہی تھی۔ چند لمحے کے لیے بھی مبین منزل میں واپس جانا دل کو کتنا اچھا لگا تھا۔

''میں نے کشمالہ سے پوچھا تھا۔'' وہ سلسلہ کلام جوڑتے ہوئے بولا۔ ''جس دن اس پہ لفٹ میں کسی نے حملہ کیا تھا۔ مگر وہ نہیں جانتی تھی۔''

''کسی نے؟ وہ حملہ آپ نے نہیں کیا تھا؟ اور وہ لائٹر؟'' ماہی کا لہجہ تفتیشی تھا۔

ماہر فرید نے بہت ضبط سے گہری سانس لی۔ مٹھیاں بھنچ گئی تھیں۔

''میں اس پہ حملہ کر کے اپنے ہی نام کا لائٹر کیوں گراؤں گا؟ کسی نے یہ جان بوجھ کے کیا تھا تاکہ کشمالہ کو میرا نام معلوم ہو جائے اور وہ ماہر فرید کو ڈھونڈتے ہوئے کیف جمال کی اصلیت تک پہنچ جائے۔''

''یعنی آپ کے دشمن آپ پہ نظر رکھے ہوئے تھے۔''

ماہر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ''میرے دشمن پہلے دن سے جانتے تھے کہ میں کیا کر رہا ہوں۔''

''لیکن وہ چاہتے تو مالا کو صاف صاف بتا سکتے تھے۔ لفٹ میں حملے کا ڈرامہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ کے بارے میں معلومات اکٹھی کر کے آپ کی تصویر کے ساتھ مالا کے پتے پہ بھیج دیتے' اور وہ دیکھتے ہی آپ سے سوال کرتی اور آپ انکار نہ کر سکتے۔ ماہر فرید کا کھیل پہلے ہی دن ختم ہو جاتا۔''

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''میں نے اس بارے میں بہت سوچا ہے۔ واقعی میرا دشمن یہ کر سکتا تھا۔ میرے بارے میں کشمالہ کو آگاہ کر دیتا اور وہ مجھے نوکری سے نکال دیتی۔ لیکن پھر وہ یہ ضرور سوچتی کہ اسے یہ معلومات کس نے بھیجی ہیں؟ اور یوں وہ جان جاتی کہ اس کہانی میں کوئی تیسرا کردار بھی ہے۔ مگر میرا دشمن ایسا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے ہمیشہ مجھے ولن بنا کے پیش کیا ہے۔ اب بھی اس نے یہی کرنا تھا۔''

ماہی چونکی۔ ''آپ جانتے ہیں اپنے دشمن کو۔''

اس نے گہری سانس لی۔ ''میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اس کا نام سرکار ہے' اور وہ ایک بوڑھا عامل جادوگر ہے۔ وہ بہت عرصے سے میرے پیچھے ہے۔ لمبی کہانی ہے۔ پھر سناؤں گا۔ ابھی صرف اتنا جان لیں کہ میں برسوں سے اس سرکار کو ڈھونڈ رہا ہوں اور وہ مجھے مل نہیں رہا۔ صرف وہ ہلال کے بارے میں جانتا ہے۔ اور اس سرکار اور ہلال تک کیسے پہنچنا ہے' یہ صرف حورِ جہاں کی بیٹی جانتی ہے۔ وہ بیٹی جس کو میں جانتا ہوں۔ یعنی کہ تم۔''

''یہ سب آپ کو کسی نے بتایا تھا؟''

''ہاں۔'' اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جیسے اس سے زیادہ وہ نہیں بتائے گا۔ ہر بات کا اپنا ایک وقت ہوتا ہے۔

''لیکن کشمالہ ہلال کے بارے میں نہیں جانتی تھی۔ پھر آپ دو ماہ اس کے ساتھ کیوں رہے؟'' ماہی کی آنکھوں میں مشکوک سا تاثر ابھرا تھا۔ ماہر نے گہری سانس لی۔ اس سوال کا جواب وہ خود بھی ڈھونڈ رہا تھا۔

''پتہ نہیں۔ شاید اس لیے کہ کشمالہ کے ساتھ ہونے والے واقعات جادو کی نشاندہی کرتے تھے۔ میں نے سوچا شاید اس پہ بھی وہی سرکار جادو کروا رہا ہو۔ اگر مجھے کشمالہ کا دشمن مل جائے کیونکہ دشمن ہی جادو کرواتے ہیں' تو میں اس کے ذریعے سرکار کو ڈھونڈ لوں گا۔''

''یعنی آپ کشمالہ کے ڈرائیور بنے تھے اس جادوگر کی تلاش میں جو اس پہ جادو کروا رہا تھا۔ کیونکہ آپ کا دشمن بھی وہی تھا۔'' ماہی کو بالآخر اس کا مقصد سمجھ میں آنے لگا تھا۔

''ہاں۔ مجھے کشمالہ کے دشمن کو ڈھونڈنا تھا۔ اس کی تصویر ملی تھی مجھے سرکار کے البم سے۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ سرکار کشمالہ کو جانتا ہے۔ میں اتنے ماہ اپنے اور کشمالہ کے خاندان کے درمیان کوئی لنک ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا۔''

''پھر؟ کچھ ملا؟''

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''کچھ خاص نہیں۔ ماہر فرید اور کشمالہ مبین کے خاندانوں میں کوئی لنک نہیں تھا۔ تمہاری کبیرہ تائی پہ مجھے شک ہوا تھا' لیکن ان کا میرے خاندان سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ البتہ...'' وہ کھنکھارا۔ ''کبیرہ بیگم نے ایک جادوگر ہائر کیا ہوا تھا تمہارے اوپر جادو کروانے کے لیے۔''

ماہی ایک دم سیدھی ہو کے بیٹھی۔ آنکھیں پوری کھل گئیں۔

''دیکھا۔ میں۔ کہتی تھی نا' کبیرہ تائی ہمارے اوپر جادو کرواتی ہیں۔ ماہی کے اندازے کبھی غلط نہیں ہوتے۔'' وہ لمحے بھر کے لیے ماہر فرید کے مالا کو دھوکہ دینے کا سارا غصہ بھول گئی۔

''لیکن یہ کوئی عام سا عامل تھا۔ پیٹر مسیح نام کا۔ یہ وہ سرکار نہیں تھا جسے میں ڈھونڈ رہا ہوں۔'' وہ اسکرین کو دیکھتے ہوئے بڑے اطمینان سے اپنی کارگزاری بتا رہا تھا اور ماہی یک ٹک سنے جا رہی تھی۔

''میں پیٹر مسیح کے پاس گیا تھا۔ وہ ہلال کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔ البتہ اس نے مجھے تمہاری تصویر دکھائی تھی۔ کبیرہ بیگم کافی عرصے سے تم پہ جادو کروا رہی ہیں۔ بالخصوص...'' وہ رکا۔ ''تمہارے بچے پہ۔''

ماہی کی آنکھوں میں گلابی پن ابھرا۔ دونوں خاموش ہو گئے۔ وہ اس کی اس تکلیف سے واقف تھا۔ اسے یاد تھا۔ ماہی اور اس کے بچوں کی موت۔ وہ بچے جو پیدا ہونے سے پہلے مر جاتے تھے۔

''پریشان مت ہو۔'' وہ نرمی سے بولا۔ ''میں نے اس پیٹر مسیح کا علاج کر دیا تھا۔ وہ تمہارے اوپر جادو نہیں کرے گا۔''

''آپ کو کیسے معلوم؟ آپ تو ادھر ہیں۔''

''ماہی! اس دفعہ تمہارے بچے کو کچھ نہیں ہو گا۔''

اس نے نرمی سے تسلی دی۔

ایک آنسو ماہی کی آنکھوں سے ٹپکا۔

''اور اگر کبیرہ تائی نے کسی اور کو ہائر کر لیا' کسی زیادہ خطرناک جادوگر کو' تب؟'' وہ خوفزدہ تھی۔ ''کیا معلوم کبیرہ تائی اسی سرکار کو ہائر کر لیں؟''

''ایسے اتفاق نہیں ہوا کرتے' ماہی کہ کبیرہ بیگم پیٹر مسیح سے مایوس ہو کے جس جادوگر کو ہائر کریں وہ سرکار ہی نکلے' یعنی میرا دشمن۔ اونہوں۔'' ماہر فرید نے ناک سے مکھی اڑائی۔ وہ بچگانہ بات کہہ رہی تھی۔

''لیکن وہ میرے بچے کے پیچھے پڑی ہیں۔ وہ کچھ نہ کچھ ضرور کریں گی۔'' وہ بے بس تھی۔ کیا عذاب تھا

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

یہ۔ کہاں سے آ گیا تھا یہ جادو ان کی زندگیوں میں۔

وہ زخمی سا مسکرایا۔

''میں نے تم سے کئی برس پہلے کہا تھا ماہی کہ تمہارے بچے کی زندگی لکھی جا چکی ہے۔ ہم عربی میں کہتے ہیں کہ...''

''مکتوب۔'' وہ بے اختیار بولی۔

''مکتوب۔'' ماہر نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''اگر تمہارے بچے کی زندگی ہے' تو کوئی جادو اس کو تم سے نہیں چھین سکتا۔ اگر نہیں ہے' تو تمہاری کوئی احتیاط اس کو بچا نہیں سکتی۔''

ماہی نے دھیرے سے سر ہلایا اور ناک سے گیلی سانس اندر کھینچی۔

''تھینک یو۔ ہر چیز کے لیے۔'' پھر اس نے آنکھیں صاف کیں۔ ''لیکن آپ نے مالا کے ساتھ بہت برا کیا۔''

اس نے جواب نہیں دیا۔ بس گردن موڑ کے کھڑکی کے سیاہ پردوں کو دیکھنے لگا۔ ہر بات کا جواب نہیں ہوتا۔

''اور آپ کو تو کوئی فرق ہی نہیں پڑا۔'' اب کے ماہی کو اس پہ غصہ آیا۔ ''امیر آدمی ہونے کے فائدے۔ آپ نے ٹکٹ لیا اور اپنی زندگی میں واپس چلے گئے۔ اس سے معافی تک نہیں مانگی۔''

''کیسی ہے وہ؟'' وہ ابھی تک گردن موڑے باہر دیکھ رہا تھا۔ یہ سوال پوچھنے سے ہی تکلیف ہو رہی تھی۔

''گالیاں نکال رہی تھی آپ کو۔''

وہ ہلکا سا مسکرایا اور واپس اسکرین کو دیکھا۔

''اچھا؟'' جیسے محظوظ ہوا ہو۔ ''مثلاً کون سی گالیاں؟''

ماہی کو اس پہ مزید غصہ آیا۔ اس ڈھیٹ آدمی کا خول اتنا مضبوط تھا کہ اسے فرق ہی نہیں پڑ رہا تھا۔ لیکن وہ بھی ماہی تھی۔ ابھی اڑاتی ہے اس کی رنگت۔ ٹھہرو ذرا۔

''ماہر صاحب... آپ نے اس کا اعتبار توڑا ہے۔ اور وہ آپ کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔''

''مجھ سے بات کرنے پہ وہ تمہیں معاف کر دے گی؟'' ماہر نے غور سے اسے دیکھا۔ ''یا شاید تم نے ابھی تک اسے نہیں بتایا؟''

''میں اسے بتا دوں گی' اچھا۔'' ماہی کی رنگت بدلی۔ تیزی سے بولی۔ ''یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے۔ ویسے بھی میں اس کو ان دنوں میں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتی۔''

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''ان دنوں؟'' وہ چونکا۔ ''کیا ہوا؟ آپ کی امی ٹھیک ہیں؟''

''ہاں وہ ٹھیک ہیں۔ اصل میں.... '' لہجہ سرسری بنایا۔ ''مالا اور زیاد کی شادی ہونے جا رہی ہے نا۔ تو میں اس کی خوشی آپ کی وجہ سے کیوں خراب کروں؟''

اس نے تیزی سے لیپ ٹاپ میز پہ رکھا اور پیر نیچے اتارے۔ پھر بے یقینی سے اسکرین کو دیکھا۔

''وہ زیاد سے شادی کر رہی ہے؟'' اس کا سانس رک گیا تھا۔

ماہی نے ہتھیلی پہ تھوڑی جما کے غور سے اسے دیکھا۔

''آپ کو کیا فرق پڑتا ہے' ماہر صاحب؟''

مگر اس کے ماتھے پہ پڑے بل بتا رہے تھے کہ اسے کیا فرق پڑتا تھا۔

''وہ اس سے شادی کیسے کر سکتی ہے؟ میں نے اسے منع کیا تھا۔ وہ آدمی... زیاد.... (جیسے منہ میں کڑواہٹ گھل گئی۔) وہ اس کے لیے ٹھیک نہیں ہے۔''

''اچھا۔ اور کچھ؟'' ماہی نے سادگی سے پلکیں جھپکائیں۔

''وہ... '' ماہر نے ایک مٹھی بھینچ لی۔ چہرے پہ شدید غصہ ابھرا۔ غصہ اور بے بسی۔

''وہ کشمالہ کے قابل نہیں ہے۔ وہ بہت.... '' اسے جیسے زیاد کی شان میں کہنے کو الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ ضبط کر کے گہری سانس لی۔ ''تم اس کو سمجھاتی کیوں نہیں ہو؟''

اس کی بلند آواز پہ فیضی حانم بھی پلٹ کے اسے دیکھنے لگیں۔ وہ اس زبان سے ناواقف تھیں جن میں وہ گفتگو کر رہے تھے لیکن وہ ماہر کا چہرہ پڑھ سکتی تھیں۔ وہ ڈسٹرب لگ رہا تھا۔ اتنے دنوں سے خود پہ طاری کیے خول میں دراڑیں پڑ رہی تھیں۔

''کیوں؟ مجھے تو بہت پسند ہے زیاد۔'' ماہی کی معصومیت ہنوز برقرار تھی۔ ''میں تو چاہتی ہوں ان دونوں کی شادی ہو جائے۔ مالا اس کے ساتھ بہت خوش رہے گی۔''

ماہر نے برہمی سے اسے دیکھا۔ اس کا چہرہ غصے سے دہکنے لگا تھا۔ اس کے معصومانہ فقرے جیسے اس کے زخموں پہ نمک ڈال رہے تھے۔

''کتنا جانتی ہو تم اس آدمی کو؟''

''کزن ہے ہمارا۔ اور بہت اچھا ہے وہ۔'' وہ زور دے دے کر بول رہی تھی۔ لبوں پہ مسکراہٹ تھی۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''اچھا ہونے اور compatible ہونے میں فرق ہوتا ہے' ماہ بینہ بی بی۔ میں نے اسے منع کیا تھا کہ وہ اس سے شادی نہ کرے۔ وہ اس کو ہرٹ کرے گا لیکن اس نے میری بات نہیں سنی۔''

''اور آپ کون تھے؟ اوہ ہاں۔ وہ آدمی جس نے اسے دھوکہ دیا۔ اور اتنا عرصہ اسے جھوٹ بولا۔ وہ آپ کی بات کیوں سنے گی؟''

''تمہاری سنے گی نا؟ تو سمجھاؤ اس کو کہ وہ اپنی زندگی خراب نہ کرے۔''

دروازہ کھلنے کی آواز آئی تو ماہر نے سر اٹھا کے راہداری کو دیکھا۔ پھر اسی انداز میں بولا۔

''میں چلتا ہوں۔ مجھے کچھ کام ہے۔''

اس کا سارا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ اسکرین فولڈ کی اور پیچھے کو ٹیک لگالی۔ ٹانگ پہ ٹانگ جمائی اور لبوں پہ مٹھی رکھے وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ ماتھے پہ ابھی تک بل پڑے تھے۔

بیربل زیرِ لب کچھ گنگناتے ہوئے راہداری سے آتا دکھائی دیا۔ اسے دیکھا تو چہرہ کھل اٹھا۔ شیطانی مسکراہٹ لبوں پہ بکھر گئی۔

''ماہر بے کا موڈ کیوں خراب ہے؟'' مسکرا کے ایل شیپ صوفے کے دوسرے کنارے پہ بیٹھا۔ ''یقیناً تمہاری محبوب چیز یعنی پیسوں کا نقصان ہوا ہوگا۔''

''بکومت۔'' وہ جھڑک کے بولا تو بیربل کے لب اوہ میں سکڑے۔ چہرے پہ ہمدردی ابھر آئی۔

''لگتا ہے نقصان لیراز میں نہیں' ڈالرز میں ہوا ہے۔''

ماہر نے جواب نہیں دیا۔ بس ابرو بھینچے باہر دیکھتا رہا۔ بیربل نے غور سے اسے دیکھا۔

''بات ہوئی کشمالہ کی بہن سے؟''

''ہوں۔ اسے کچھ نہیں یاد۔''

''میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ لیکن نہیں' ماہر بے کبھی غلط نہیں ہوتے۔ اور میں تو....''

''وہ زیاد سے شادی کر رہی ہے۔'' وہ ایک دم بے بسی بھرے غصے سے بولا تو بیربل ٹھٹک کے رک گیا۔ اسے سیاق و سباق سمجھنے میں چند لمحے لگے۔

''کون زیاد؟'' پھر یاد آیا۔ ''اچھا وہ۔ ٹال ڈارک اینڈ ہینڈسم؟''

''ہینڈسم نہیں ہے وہ۔''

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

بیربل کی مسکراہٹ گہری ہوگئی۔اس نے بازوؤں کا تکیہ بنا کے پیچھے ٹیک لگائی اور فیضی حانم کو پکارا۔

''فیضی حانم... چولہا دیکھیں۔ کچھ جل رہا ہے۔''

ماہر نے جیسے سنا ہی نہیں۔ بڑبڑاتے ہوئے باہر دیکھتا رہا البتہ فیضی حانم بھاگتی ہوئی آئیں اور تعجب سے بیربل کو دیکھا۔

''میں تو کچھ نہیں پکا رہی۔آپ کو کہاں سے اسمیل آ رہی ہے۔''

بیربل نے بدمزہ ہو کے انہیں دیکھا۔سارا ٹمپو ہی توڑ دیا تھا۔

''کاش آپ تھوڑی عقلمند ہوتیں۔لیکن پھر ہمارے پاس کیوں ہوتیں؟ جائیں کام کریں۔''اور انہیں جانے کا اشارہ کیا۔

ماہر اب اپنی جگہ سے اٹھ کے کھڑکی کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا۔دونوں پہلوؤں پہ ہاتھ رکھے وہ شدید مضطرب نظر آ رہا تھا۔

''میں نے کیا کہا تھا زارا؟''بیربل نے تصور میں اپنی کزن کو مخاطب کیا اور کالر کھڑکھڑایا۔پھر مسکرا کے اٹھا اور اپنے بھائی کے ساتھ جا کھڑا ہوا۔

''وہ جس سے بھی شادی کرے تمہیں کیا؟''

''وہ آدمی اس کے قابل نہیں ہے۔''وہ باہر نظر آتے سیاہ پانی اور کنارے پہ کھڑی کشتیوں کو دیکھ کے تکلیف سے کہہ رہا تھا۔

''کیا ثبوت ہے تمہارے پاس؟ تم صرف اپنی جیلسی میں ایک آدمی کو برا ثابت کرنے پہ تلے ہو۔''

''میں جیلیس نہیں ہوں۔''اس نے سر جھٹکا۔

''نظر آ رہا ہے۔''بیربل نے طنز سے اسے دیکھا۔''لیکن اس آدمی میں مسئلہ کیا ہے؟ کماتا نہیں ہے؟ اخلاق کا برا ہے؟ ریپوٹیشن خراب ہے؟''

''ایسا کچھ نہیں ہے۔بس...''وہ اب کے بولا تو آواز ہلکی تھی۔''بس وہ...''ماہر کو سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہے۔وہ جھنجھلا سا گیا۔''بس وہ اس کے جیسا نہیں ہے۔تھوڑا تلخ ہے۔ہر چیز پہ تنقید کرتا ہے۔وہ اس کے ساتھ کیسے رہے گی؟''

''بس؟ اتنی سی بات؟''وہ سنجیدگی سے کہتا اس کے سامنے آیا۔''ہر انسان کے اپنے پرسنالٹی ایشوز ہوتے

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

ہیں' ماہر۔ تمہارے بھی ہیں۔ خود تمہارے ساتھ رہنا کتنا مشکل ہے کوئی مجھ سے پوچھے۔ ایسے ہی اس زیاد کے اندر بھی تلخی ہوگی۔ ہمیں نہیں معلوم کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ شاید گھر کا ماحول ایسا ہو یا اس نے بچپن میں بہت دکھ دیکھے ہوں جس نے اس کو تلخ بنا دیا ہو۔ بہت سے مرد تلخ ہوتے ہیں لیکن اپنی من پسند بیویوں کے ساتھ وہ سیٹ ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ برسرِ روزگار ہے' شریف ہے' ہینڈسم بھی ہے...''

''ہینڈسم نہیں ہے وہ۔'' ماہر فرید نے انگلی اٹھا کے تنبیہہ کی تو بیربل کے چہرے پہ مسکراہٹ ابھر آئی۔

''وائی بے... یہ لڑکی پہلے کیوں نہیں آئی تمہاری زندگی میں؟ میں روز تمہاری ایسی جلتی ہوئی شکل دیکھتا اور میرے دل کو سکون ملتا۔''

''بیر...'' ماہر نے گہری سانس لی۔ اب کے آواز میں بے بسی تھی۔ ''وہ اس کو ہرٹ کرے گا۔ اسے اس سے شادی نہیں کرنی چاہیے۔''

''پھر کس سے کرنی چاہیے؟''

''کسی سے بھی کر لے۔'' ہاتھ جھلا کے پھر سے باہر دیکھنے لگا۔ ''بس اس سے نہ کرے۔''

''کسی سے بھی کر لے؟'' بیربل نے تعجب سے اسے دیکھا۔ ''اور تم کہاں ہو اس سب میں؟''

''میرا اور اس کا کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے۔ مجھ سے ویسے ہی وہ نفرت کرتی ہوگی۔ میں اس کی زندگی سے جا چکا ہوں۔ لیکن...''

''لیکن تمہیں ہر اس شخص سے مسئلہ ہوگا جو اس لڑکی کی زندگی میں آئے گا۔''

''میں نے اسے منع کیا تھا کہ....''

''منع نہ کرتے' ماہر۔ اس کا سامنا کرتے۔'' وہ تیزی سے اس کے سامنے آیا اور برہمی سے بولا۔ ''مرد بن کے اس سے معافی مانگتے اور اپنے منہ سے اس کو بتا دیتے کہ تم کیف نہیں ہو۔ تم ماہر فرید ہو۔ وہ کسی اور کے بجائے تم سے سنتی تو تمہیں معاف کر دیتی۔ اور اب بھی اگر وہ ناراض ہے تو تمہیں اس کے پیچھے جانا چاہیے تھا۔''

''میں کسی کے پیچھے نہیں جایا کرتا۔''

''واللہ ماہر فرید کسی کے پیچھے نہیں جاتا....'' بیربل نے غصے سے دونوں ہاتھ اٹھا کے نیچے گرائے۔ ''ایک زمانہ تھا جب تم اسی طرح غرور سے کہتے تھے کہ تم کسی کے پیچھے نہیں جاؤ گے۔ ماں کے بھی نہیں۔ ہلال کے بھی نہیں۔ کیونکہ تم نفرت کرتے تھے ہلال سے۔''

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

اس کی آواز بلند ہونے لگی۔ ماہر کے دل پہ کسی نے ہاتھ ڈالا تھا۔

وہ یک ٹک اپنے چھوٹے بھائی کو دیکھے گیا جو اس کو غصے سے دیکھتے ہوئے ہاتھ اٹھا اٹھا کے کہہ رہا تھا۔

''تم ماہر... تم نفرت کرتے تھے ہلال سے... تمہیں یاد ہے؟ نہیں؟ مگر مجھے یاد ہے۔ اور آج تم اسی ہلال کے لیے دنیا کے ایک ملک سے دوسرے کی طرف بھاگ رہے ہو۔ شاید اپنا گلٹ ختم کرنے کے لیے۔ کل کو تم یہی کشمالہ کے ساتھ بھی کرو گے۔ تم یہاں اپنے غرور میں رہنا کہ تم اس کے پیچھے نہیں جاؤ گے۔ لیکن گیس واٹ...'' اس کی آواز دھیمی ہوئی اور لہجہ مزید تلخ۔

''ہر انسان بیربل یا فیضی حاتم نہیں ہوتا ماہر جو وہ ماہر فرید کی بات ماننے کا پابند ہو۔ وہ کیوں مانے تمہاری بات؟ اسے اچھا بندہ مل رہا ہے۔ وہ کر لے گی شادی۔ اور اگر تم مرد بن کے اس کے پاس نہیں جا سکتے اور اس سے معافی مانگ کے اس کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم اس کے عشق میں گرفتار ہو تو پھر تمہیں اس کو اس کے حال پہ چھوڑ دینا چاہیے۔ وہ زیاد سے شادی کرے یا زیاد کے باپ سے... تم اپنے آپ کو اس لڑکی سے دور رکھو۔'' انگلی اٹھا کے اس نے بڑے بھائی کو تنبیہہ کی۔ ''اس کی زندگی زیاد نہیں، تم خراب کر رہے ہو۔ تم۔''

ماہر خاموشی سے سن رہا تھا۔ بیربل نے انگلی نیچے گرائی اور گہرے گہرے سانس لے کر اپنا غصہ کم کرنے کی کوشش کی۔

''میری بات مانو... اور اس لڑکی کو بھول جاؤ۔ تم بس مشین کی طرح کام کرو اور پیسہ بناؤ۔ پیسہ آئے گا ہمیشہ تمہارے کام۔ صرف پیسہ۔''

اس ڈھیٹ روبوٹ کو سمجھانا بے کار تھا۔ بیربل مڑا اور تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

پھر وہ رات گئے تک اپنے کمرے سے نہیں نکلا۔ وہ ماہر سے ناراض تھا۔ اور اسے انتظار تھا کہ کب اس کا بھائی اسے منانے آئے گا۔ ماہر عموماً اس کو منانے کے لیے پیسے کا سہارا لیتا تھا۔ خاموشی سے اس کے دروازے پہ آتا اور ایک کریڈٹ کارڈ رکھ کے چلا جاتا۔ بیربل کو لاشعوری طور پہ اسی کارڈ کا انتظار تھا۔

قریباً گھنٹے بھر بعد ماہر فرید نے اس کا دروازہ بجایا۔

وہ بیڈ پہ لیٹا فون دیکھ رہا تھا، بس خفگی سے چہرہ اٹھا کے دیکھا۔ ماہر چوکھٹ میں کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کارڈ نہیں تھا البتہ کندھے پہ چھوٹا بیگ تھا۔

''میں دو دن کے لیے جا رہا ہوں۔''

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''کہاں؟''

''حورِ جہاں کی بیٹی سے ملنے۔'' سادگی سے بتایا تو بیربل نے گہری سانس لی۔ یعنی اس کی تقریر کے بعد بھی وہ ہلال کی لاحاصل تلاش میں وین کوور جا رہا تھا۔ وہ کشمالہ مبین سے دستبردار ہو چکا تھا۔ وہ اس کو نہیں سمجھا سکتا تھا۔ اس نے بس اثبات میں سر ہلا دیا اور واپس فون کو دیکھنے لگا۔ ماہر باہر نکل گیا اور اپارٹمنٹ میں خاموشی چھا گئی۔

''اف بیربل...'' اس نے اپنے سر پہ چپت رسید کی۔ ''کیا ضرورت تھی اتنا بولنے کی؟ اب تمہاری سچائی تمہارے خرچے اٹھائے گی کیا؟۔''

اسے ماہر کے کارڈ نہ رکھنے کا غم ستا رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اپنے کمرے میں سوئی کشمالہ مبین کی آنکھ ایک جھٹکے سے کھلی۔ وہ ڈر کے ایک دم اٹھ بیٹھی۔ جلدی سے ٹیبل لیمپ جلایا۔ کمرے میں زرد روشنی پھیلی تو قدرے سکون آیا۔ وہ تیز تیز سانس لیتی خود کو نارمل کرنے لگی۔

اس نے آج پھر ایک خواب دیکھا تھا۔ حالانکہ وہ آیت الکرسی پڑھ کے سوئی تھی۔ لیکن پھر بھی بہت بھیانک خواب آیا تھا۔

وہی سفید بالوں والا عجیب سا عامل زمین پہ بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے تصویریں اور پتلے رکھے تھے۔ وہ ایک پتلے کے اندر سوئیاں چبھو رہا تھا۔ ہر سوئی کے اندر جاتے ہی پتلے کے اندر سے خون نکلنے لگتا۔ وہ عامل کے کندھے کے پیچھے سے جھک کے اس پتلے کو دیکھ رہی تھی۔ یکا یک پتلے میں زیاد کی شبیہہ آنے لگی۔ اس کے سامنے اب زیاد لیٹا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور اس کے جسم میں جگہ جگہ سے خون نکل رہا تھا۔

عامل نے قلم اٹھایا اور ایک کاغذ سامنے رکھا۔ پھر قلم کی نب زیاد سلطان کے خون میں ڈبو ڈبو کے اس چوکور کاغذ پہ کچھ لکھنے لگا۔ خواب میں بھی مالا کو معلوم تھا کہ وہ تعویذ لکھ رہا ہے۔ مگر وہ بدحواسی سے زیاد کو دیکھ رہی تھی۔ اس کا بند آنکھوں والا چہرہ سفید پڑ رہا تھا اور ہونٹ نیلے۔

آگے کیا ہوا اسے نہیں یاد۔ لیکن وہ عامل... اس کا چہرہ اتنا شناسا کیوں لگتا تھا؟ جیسے اس کی شکل کسی سے ملتی ہو۔

اس نے بے اختیار جھرجھری لی۔ پھر سائیڈ ٹیبل پہ رکھا گلاس اٹھایا اور غٹاغٹ پانی پی گئی۔ اور تب اسے خیال آیا کہ اس نے پانی پینے سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھا۔ جلدی سے بسم اللہ اول آخر پڑھا لیکن دل میں کہیں ایک سوئی سی چبھی تھی۔ جو کسی بھی عامل کی جادوئی سوئی سے زیادہ تکلیف دہ تھی۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

اسے بیٹھے بیٹھے کچھ یاد آیا تھا۔اس نے دھیرے سے سر بیڈ کراؤن سے لگایا اور ہاتھ اٹھا کے اپنی انگلیوں کے پوروں کو دیکھا۔ایک زمانہ تھا جب وہ ان پہ تسبیح پڑھا کرتی تھی۔ ماہی اور وہ ماں کے ساتھ ان کی جائے نماز پہ بیٹھ کے سروں پہ دوپٹے لپیٹ کے تسبیح پڑھتی تھیں۔وہ زمانہ کہاں کھو گیا؟ رزق کی دوڑ دھوپ نے وہ سب کیوں بھلا دیا؟

یہ تو ماں کی بیماری کے دوران ماں کو کھونے کے خوف سے شروع کی جانے والی تسبیح اور اذکار تھے۔ یہ تو اضطراب کی نمازیں اور دعائیں تھیں۔وہ امن کے دنوں کی نمازیں کہاں گئیں؟ وہ خوشیوں پہ شکرانے کی تسبیحات کہاں گئیں؟ اس نے انگلی کے پوروں پہ پڑھنا چاہا لیکن عادتیں چھوٹ جائیں تو جسم غیر آرام دہ ہو جاتا ہے۔دماغ وہ کام کرنے نہیں دیتا۔اس کا دل اُچاٹ سا ہو گیا۔وہ سونے کی دعا پڑھ کے واپس لیٹ گئی۔

شاید جوگرز اور اس پلاسٹک کے خالی پیکٹ نے اسے بہت کچھ یاد دلا دیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلی صبح بیربل فرید نے اپنی بیکری میں ایک اسپیشل آرڈر تیار کروایا۔ بہت سا چاکلیٹ اور پستہ بقلاوہ۔پھر ان کے ڈبے پیک کروا کے وہ کیف کے دفتر چلا آیا۔ ماہر کی غیر موجودگی میں وہ ایسے ہی کیف کے اسٹاف کے ساتھ پارٹی کیا کرتا تھا۔

سب خوش اور ریلیکسڈ نظر آ رہے تھے۔مردوں نے ٹائی نہیں پہنی تھی اور عورتیں اونچی آواز میں ہنس رہی تھیں۔ وہ مسکرا کے شبنم کے ڈیسک کی طرف آیا اور کرسی کھینچ کے بیٹھا۔وہ البتہ اداس نظر آتی تھی۔

''اب یہ مت کہنا کہ تم میرے روبوٹ بھائی کو مس کر رہی ہو۔''

''اللہ میرے اوپر ایسا برا وقت نہ لائے۔''شبنم نے کانوں کو باری باری چھوا۔''میں تو کاموں کے لیے پریشان ہوں۔ ماہر ایک دم سے چلا گیا ہے۔اتنا کام پڑا ہے۔''اس کو اپنے غم تھے۔

''میں ناراض تھا اس سے لیکن اس سے اتنا نہیں ہوا کہ مجھے منا کے جاتا۔اور نہیں تو ایک کریڈٹ کارڈ ہی چھوڑ جاتا۔لیکن نہیں۔آج کل کے بھائیوں کا خون سفید ہو گیا ہے۔''بیربل نے خفگی سے سر جھٹکا پھر کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھی۔قدرے بے چینی ہوئی۔ناراضی اپنی جگہ لیکن اسے بھائی کی فکر تھی۔

''اب تک پہنچ گیا ہو گا وہ؟''سرسری سا پوچھا۔شبنم نے عینک کے پیچھے سے گھور کے اسے دیکھا۔

''صبح پہنچ گیا تھا۔زارا کو بتا دیا تھا اس نے۔اسی کو بتاتا ہے سب سے پہلے۔''

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''ہونہہ۔'' بیربل کا دل مزید خفا ہوا۔'' کیا تھا جو مجھے بھی میسیج کر دیتا۔ ویسے کتنے گھنٹے کی فلائٹ ہوتی ہے وین کوور کی؟''

''وین کوور؟'' شبنم نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

''ہاں۔ تم نے ہی ماہر کی وین کوور کے لیے سیٹ بک کروائی ہوگی نا۔''

''نہیں۔ وہ تو لاہور گیا ہے۔''

شبنم نے جس بے نیازی سے بتایا' بیربل اتنی ہی تیزی سے سیدھا ہوا۔ لب کھل گئے۔ چند لمحے وہ کچھ بول نہیں سکا۔

''لاہور؟ حورِ جہاں کی بیٹی سے ملنے؟'' وہ زیرِ لب بڑبڑایا۔ ماہر نے یہ نہیں کہا تھا کون سی بیٹی۔

''وائی وائی وائی.... '' وہ بے یقینی سے بڑبڑایا ..... اور پھر ایک دم وہ گردن پیچھے پھینک کے ہنسنے لگا۔

شبنم نے کوفت سے اسے دیکھا۔ دور بنے cabins میں کام کرتے لوگ بھی اسے دیکھنے لگے جو ہنستا چلا جا رہا تھا۔

''تمہیں کیا ہوا ہے؟''

''تمہارے ماہر بے کی بڑی بے عزتی ہونے والی ہے آج۔ کاش میں ان کی ملاقات لائیو دیکھ سکتا۔''

''کس کی ملاقات؟'' شبنم الجھ کے اسے دیکھنے لگی تو وہ ہنسی دبا کے آگے جھکا اور رازدارانہ انداز میں سرگوشی کی۔

''ماہر اسی لڑکی سے ملنے گیا ہے۔''

''وہ باغبان کی بیٹی؟'' شبنم کی آنکھیں کھل گئیں۔

بیربل ایک دفعہ پھر ہنس دیا۔ ''ہاں۔ وہی۔''

''واہ۔ کیا وہ اسے ساتھ لے آئے گا؟'' شبنم کی آنکھیں چمکیں۔ چہرے پہ ایکسائٹمنٹ پھیل گئی۔

''معلوم نہیں۔ لیکن سوچو شبنم.... کتنا مزا آئے اگر ماہر وہاں جا کے اسے کہے کہ مجھے تم سے محبت ہوگئی ہے اور وہ آگے سے کہے... (نقل اتارتے ہوئے) دروازہ اس طرف ہے!''

شبنم بے اختیار ہنس دی۔ پھر زور سے ایک فائل اٹھا کے اس کے کندھے پہ ماری۔

''تم بہت خراب ہو بیربل۔''

وہ دونوں ایک ساتھ ہنستے جا رہے تھے۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

زیاد سلطان کے لاہور کے آبائی گھر میں اس صبح رونق لگی تھی۔ ڈرائیور مٹھائی اور فروٹ کی ٹوکریاں گاڑی میں رکھوا رہا تھا۔ نگینہ بیگم روائتی خاندانوں کی طرح خالی ہاتھ جانا گناہ سمجھتی تھیں۔ انہوں نے بہت سے دوسرے تحائف بھی بیڈ پہ سامنے بچھا رکھے تھے۔

زیاد سنگھار میز کے سامنے کھڑا تیار ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ سیاہ کرتا پہنے' وہ بین گلے کے بٹن بند کر رہا تھا۔ اسے آئینے میں پیچھے بیڈ پہ بیٹھی نگینہ بیگم کا عکس نظر آ رہا تھا۔ وہ سفید نفیس لباس میں ملبوس' سر پہ کلف لگا دوپٹہ لیے' ہلکے میک اپ میں تیار لگ رہی تھیں۔

''تمہارے ابو کو بتا دوں۔ ہمارے ساتھ آئے نہیں تو یہ نہ کہیں کہ مجھے خبر نہیں دی۔'' وہ فون پہ نمبر ملاتے ہوئے ہوئے کافی پرجوش نظر آ رہی تھیں۔ دوسری طرف گھنٹی جا رہی تھی۔ نگینہ بیگم نے فون اسپیکر پہ لگا کے بیڈ پہ رکھا اور خود زیور کے ایک ڈبے کو کھولنے لگیں۔ وہ پرفیوم کی بوتل اٹھاتے ہوئے ان کا عکس دیکھ رہا تھا۔ سماعت فون کی گھنٹی پہ لگی تھی۔

سلسلہ ملتے ہی سلطان صاحب کی بے زار آواز سنائی دی۔

''کیا بات ہے؟''

''ہم زیاد کے رشتے کے لیے جا رہے ہیں۔ انہوں نے جواب کے لیے آج بلایا ہے۔'' نگینہ بیگم خوشی اور جوش سے بتانے لگیں۔

''فون پہ ہی بتا دیتے۔ تم ماں بیٹا ایسے ہی ٹکٹ بھر کے وہاں گئے۔ پہلے تمہارے بیٹے کی عام سی نوکری ہے۔ اوپر سے اتنے خرچے۔''

زیاد نے آہستہ سے پرفیوم کی بوتل کھولی۔ نگینہ بیگم نے گہری سانس لی۔ اور سبھاؤ سے بولیں۔

''ایسی باتیں فون پہ کہاں طے ہوتی ہیں۔ خود جانا پڑتا ہے۔ لڑکی والوں کی چوکھٹ پہ جوتیاں گھسانی پڑتی ہیں۔ آپ دعا کیجیے گا کہ اچھا جواب موصول ہو۔''

''بی بی اچھا جواب تو مشکل ہی ہے۔ ان کی بیٹی دیکھ رکھی ہے میں نے۔ گوری اور خوبصورت ہے۔ اور تمہارا بیٹا تمہارے جیسی رنگت لیے پیدا ہوا تھا۔ اوپر سے عام سی نوکری۔ وہ کہاں دیں گے اپنی بیٹی تمہارے بیٹے کو؟''

زیاد نے ضبط سے آنکھیں بند کیں۔ پھر گہری سانس لے کر ان کی باتوں کا اثر زائل کرنے کی کوشش کی۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''میرا بیٹا اپنے آپ میں بہت خوبصورت ہے' سلطان صاحب...'' نگینہ بیگم نے جھکی آنکھوں مگر مضبوط لہجے میں کہا۔ ''اللہ اس کے نصیب بھی خوبصورت کرے گا۔ آپ دعا کیجیے گا۔''

سلطان صاحب نے بڑبڑا کے کال کاٹ دی تو نگینہ بیگم کتنی ہی دیر دل مسوس کے بیٹھی رہیں۔ زیاد نے پرفیوم خود پہ چھڑکا تو باسی ماحول میں خوشبو سی پھیل گئی۔ پھر وہ ان کے پاس آ کے بیٹھا۔ نگینہ نے بھیگی آنکھیں اٹھا کے اسے دیکھا۔

''امی... کیوں دل چھوٹا کرتی ہیں؟ وہ ایسے ہی کہتے ہیں۔ ان کا اندر سے یہ مطلب نہیں ہوتا۔''

ایک آنسو نگینہ بیگم کی آنکھ سے ٹپکا اور جھریوں زدہ سانولے چہرے سے نیچے لڑھک گیا۔

''کاش ماں باپ اپنی اولاد کی رنگت کا انتخاب کر سکتے' بیٹے۔''

''امی... یہ پرانے زمانے کی باتیں ہو گئی ہیں۔ اب مجھے ان سے فرق نہیں پڑتا۔ آج کل کوئی کسی کو رنگت کا طعنہ بھی نہیں دے سکتا۔ آپ ان باتوں کو نظر انداز کر دیا کریں۔'' پھر اسنے نرمی سے ماں کے ہاتھ تھامے۔ ''میرے لیے آپ اس دنیا کی سب سے خوبصورت عورت ہیں۔ مجھے کسی قسم کا احساس کمتری نہیں ہے۔ اور ابو بوڑھے ہیں۔ ذرا چڑچڑے ہیں۔ کہہ کے بھول جاتے ہوں گے۔ آپ بھی بس بھول جائیں۔''

وہ زخمی سا مسکرا دیں۔ پھر آنکھیں صاف کیں اور زیور کا ڈبہ اٹھا کے اسے دکھایا۔

''یہ میری والدہ کا سیٹ تھا۔ اس میں فیروزے جڑے ہیں۔ میری رنگت پہ تو یہ کبھی اچھا نہیں لگا۔ کشمالہ پہ اچھا لگے گا۔ میں سوچ رہی ہوں کہ آج بات پکی کر دیں اور میں یہی انگوٹھی کشمالہ کو پہنا دوں۔ کیا کہتے ہو؟''

وہ ہلکا سا مسکرا دیا۔ ''جیسے آپ کی مرضی۔'' پھر گھڑی دیکھی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ نگینہ نے مسکرا کے اپنے دراز قد بیٹے کو دیکھا۔ وہ بہت عرصے بعد اتنا خوش اور مطمئن نظر آتا تھا۔

مگر کشمالہ کے گھر جاتے ہی زیاد کو احساس ہونے لگا کہ کچھ غلط تھا۔ حورِ جہاں کا رویہ تو ٹھیک تھا۔ انہوں نے گرمجوشی سے ان کا استقبال کیا تھا۔ لیکن کشمالہ کچھ بجھی بجھی سی تھی۔ اس نے عام سا لباس پہن رکھا تھا اور بال بندھے ہوئے تھے۔ پیروں میں فلیٹ جوتے تھے۔ میک اپ بھی نہیں تھا۔

حورِ جہاں اور نگینہ بیگم تخت پہ ساتھ ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھیں اور وہ سامنے صوفے پہ بیٹھا بغور اسے دیکھ رہا تھا۔ ساتھ موجود معید بھی کچھ خاموش سا تھا۔

فضا میں ایک عجیب سا تناؤ تھا جسے زیاد سلطان محسوس کر سکتا تھا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

لنچ سے پہلے کشمالہ نے بخت بی کو آواز دی اور کہا کہ ماں کو وضو کروا کے نماز کے لیے لے جائیں۔ ماں اس بات پہ اتنی خوش نہیں نظر آتی تھیں۔ ابھی تو اذان ہوئی تھی۔ ظہر کا کافی وقت تھا۔ وہ ڈھنگ سے مہمانوں سے بات تو کر لیں لیکن کشمالہ نے بخت بی کو آنکھیں دکھائیں تو وہ وہیل چیئر پہ ماں کو اندر لے گئی۔

ان کے جاتے ہی زیاد قدرے سیدھا ہو کے بیٹھا۔ سینے میں تنگی سی محسوس ہونے لگی۔ وہ بس کشمالہ کو دیکھ رہا تھا۔

''آنٹی... کشمالہ نے ایک فیصلہ کیا ہے۔'' معید کھنکھارا اور بات کا آغاز کیا۔ معید اور زیاد سامنے دو صوفوں پہ بیٹھے تھے۔ اور کشمالہ نگینہ بیگم کے ساتھ ماں کی جگہ پہ تخت پہ بیٹھی تھی۔ معید بولنے لگا تو اس نے نرمی سے اسے ٹوکا۔

''میں اپنا فیصلہ خود سنا سکتی ہوں' معید۔'' وہ رخ موڑ کے نگینہ بیگم کو دیکھنے لگی۔ وہ اب کے کچھ پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھیں جیسے سمجھ نہ پا رہی ہوں۔

''نگینہ آنٹی... میں معذرت کرتی ہوں کہ میں نے آپ کو یہاں بلایا۔ اور یہاں بلا کے میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا۔ لیکن رات میں کچھ ایسا ہوا کہ...'' وہ زیاد کو دیکھے بغیر کہہ رہی تھی۔ دل میں کچھ تھا جو اسے جکڑ رہا تھا۔ یونہی ابو کی باتیں یاد آنے لگیں۔

''کہ مجھے احساس ہوا میں ابھی شادی نہیں کر سکتی۔''

''لیکن بیٹا...''

''پلیز میری بات سنیں۔'' اس نے نرمی سے ان کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔ ''میں جانتی ہوں کہ آپ جلدی شادی کے لیے اصرار بھی نہیں کر رہے۔ لیکن میں ابھی منگنی بھی نہیں کر سکتی۔ میں اپنی ماں کی طرف سے توجہ نہیں ہٹا سکتی۔ ان سب جھمیلوں میں پڑ کے میں ان کو نقصان پہنچا رہی ہوں۔''

''حالانکہ ہم ماں کا خیال رکھ سکتے ہیں۔'' معید نے اضافہ کیا۔ ''لیکن مالا بضد ہے کہ وہی ماں کا خیال رکھے گی۔'' جیسے وہ بے بس تھا۔ وہ صبح اس سے ایک لمبی بحث کر چکا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ وہ نہیں مانے گی۔ جب وہ پانچ سال پہلے لاہور چھوڑ کے اسلام آباد گئی تھی' تب بھی اس نے معید کی نہیں مانی تھی۔ اب بھی نہیں مانے گی۔ اس کے پاس مالا کے فیصلے کا احترام کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔

''میں اس وقت ذہنی طور پہ اتنی ڈسٹرب ہوں کہ میں ایک نیا رشتہ نہیں بنا سکتی۔'' اس نے پہلی دفعہ چہرہ موڑ کے زیاد کو دیکھا۔ زیاد کے چہرے پہ ایک زخمی سا تاثر تھا۔ مالا کے دل کو کچھ ہوا۔ اسے اپنا خواب یاد آیا۔

''آئی ایم سو سوری۔ آپ لوگ بہت اچھے ہیں اور مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں ہے۔ لیکن میں اس وقت شادی

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔"

"لیکن بیٹے..." نگینہ بیگم کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ انہوں نے فکرمندی سے اس کا ہاتھ تھاما۔ "ہم بہت امید سے آئے تھے۔"

"امی..." زیاد ہلکا سا کھنکھارا۔ وہ بے اختیار اسے دیکھنے لگی۔ کیا وہ اس سے ناراض ہو جائے گا؟ کیا وہ اس سے نفرت کرنے لگے گا؟ کیا وہ اسے اپنی بے عزتی سمجھ کے وہاں سے اٹھ جائے گا؟

دل کو کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

"کشمالہ غلط نہیں کہہ رہی۔" وہ اپنے ازلی نرم انداز میں کہنے لگا۔ جیسے تکلیف سے کہہ رہا ہو لیکن خود کو سنبھالے ہوئے ہو۔ "اگر ایک انسان ذہنی طور پہ ڈسٹرب ہو، وہ بھی ماں کی بیماری کی وجہ سے، تو ہمیں اس پہ اتنا بوجھ نہیں ڈالنا چاہیے جسے وہ اٹھا نہ سکے۔"

مالا کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"میں سمجھ سکتا ہوں آپ جس کیفیت کا شکار ہیں۔ جب سے امی بیمار رہنے لگی ہیں، میں زیادہ بہتر طور پہ سمجھنے لگا ہوں۔ آپ اپنے آپ پہ بوجھ نہ ڈالیں۔ میں بھی یہیں ہوں، اور آپ بھی یہیں ہیں۔ پہلے آنٹی کو ٹھیک ہونے دیں۔ اور ہماری طرف سے بالکل بے فکر ہو جائیں۔ اب ہم اس موضوع پہ بات نہیں کریں گے۔"

"میں یہ نہیں چاہتی کہ آپ لوگ میرا انتظار کریں یا..."

"کشمالہ..." زیاد نے نرمی سے ٹوکا۔ "میں نے کہا نا، آپ ہماری طرف سے بے فکر ہو جائیں۔ کوئی کسی کے انتظار میں نہیں رہے گا۔ میں یہ کہہ کے کہ ہم آپ کا انتظار کریں گے، آپ کو بوجھل نہیں کر سکتے۔ آپ آزاد ہیں۔ میں آزاد ہوں۔ مستقبل میں کیا ہوگا، اس کی کوئی گارنٹی نہیں ہے۔ لیکن ابھی ہم آپ کے فیصلے کا احترام کریں گے۔"

اس کی آواز میں کرب تھا اور انداز میں وقار۔ وہ ممنونیت سے اسے دیکھے گئی۔ نگینہ آنٹی نے بھی بجھے دل سے سر ہلا دیا۔ معید نے بھی ایک شاکی نظر مالا پہ ڈالی جیسے کہہ رہا ہو کہ کتنے اچھے انسان کو تم نے اپنے ہاتھ سے جانے دیا، مالا۔ ہمیشہ غلط فیصلے کرتی ہو۔ ہمیشہ۔

وہ سر جھکا کے آنکھیں صاف کرنے لگی۔ وہ انہیں نہیں بتا سکی کہ وہ صرف ماں کی وجہ سے انکار نہیں کر رہی تھی۔ اسے اس کے خواب نے بھی ڈرا دیا تھا۔ وہ cursed (جادو زدہ) تھی۔ اس پہ اور اس کی ماں پہ جادو تھا۔ اور اس لیے بہتر تھا کہ زیاد سلطان ان کے cursed خاندان سے دور رہے۔ ورنہ... ورنہ اسے ڈر تھا کہ زیاد کے

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

ساتھ کچھ برا ہو گا۔ کچھ ایسا برا جو.... خواب یاد آتے ہی اس نے پھر سے جھرجھری لی۔

ہر بات بتائی جانے والی نہیں ہوتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ان کے جانے کے بعد وہ گھر پہ نہیں رکی۔ بس اپنا پینٹنگ کا سامان لیے ریستوران چلی آئی۔ آج صبح نہیں آسکی تھی تو سوچا ساری شام وہاں لگا دے۔ شاید ذہن بٹ جائے۔ لیکن کام میں دل ہی نہیں لگ رہا تھا۔ بار بار زیاد سلطان کی اداس آنکھیں سامنے آجاتی تھیں۔ البتہ اس کے دل میں زیاد کی عزت بڑھ گئی تھی۔ زیاد نے اس سب کو انا کا مسئلہ نہیں بنایا تھا۔ اس نے شریفانہ طریقے سے بات کو ختم کر دیا تھا۔ اگر وہ کہتا کہ وہ اس کا انتظار کرے گا تو اس کے دل کا بوجھ بڑھ جاتا۔ لیکن اس نے مالا کو بوجھل ہونے نہیں دیا۔ اس نے بات صاف کی۔ جیسے وہ ہمیشہ کرتا تھا۔

اور کیف کہتا تھا' وہ اس کا دل دکھائے گا۔

اُف کیف۔ اس نے کراہ کے زور سے برش رکھا۔ وہ زمین پہ گلاس وال کے سامنے بیٹھی اس پہ آنسو پینٹ کر رہی تھی۔ یہ کیف کہاں سے آجاتا تھا بار بار؟ کسی نہ کسی خیال کی کڑی اس سے جا ملتی تھی۔ ہر چند دن بعد اسے لگتا تھا کہ وہ اسے بھول گئی ہے۔ پھر کوئی چھوٹی سی بات اس کی یاد دلا دیتی۔

آج کتنے دن ہو گئے تھے کیف کو اس کی زندگی سے نکلے؟ شاید دس۔ شاید بارہ۔ اس نے اب حساب رکھنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ امیر باپ کا امیر بیٹا۔ وہ اپنے ملک واپس چلا گیا تھا اور وہ اس کے فریب کا تاوان آج بھی ادا کر رہی تھی۔ ہونہہ۔

''مالا...''

وہ جو زمین پہ بیٹھی' سر جھکائے برش پہ پینٹ اٹھا رہی تھی' ایک دم ساکت ہو گئی۔

آواز عقب سے آئی تھی۔ وہ اس آواز کو پہچانتی تھی۔

وہ اسے لاکھوں کے مجمع میں پہچان سکتی تھی۔

پھر اس نے سر جھٹکا۔ نہیں۔ یہ وہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اسے وہم ہوا تھا۔ یقیناً۔ وہ ہلی نہیں۔ سانس بھی نہیں لیا۔ بس برش کو پینٹ میں مکس کیے گئی۔ برش کے بال سرمئی رنگ سے لتھڑ چکے تھے لیکن وہ غائب دماغی سے اسے پیلیٹ پہ رگڑے جا رہی تھی۔ دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

''کشمالہ...'' وہ آواز پھر سے آئی تھی۔ برش اس کے ہاتھ سے نیچے جا گرا۔ اس نے گردن اٹھائی۔ سامنے

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

گلاس وال تھی جو آدھی پینٹ ہو چکی تھی۔ اس کے شیشے میں ایک عکس دکھائی دے رہا تھا۔ عقب میں کھڑا ایک ہیولہ۔

دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

''کیا ہم بات کر سکتے ہیں؟'' اس کی آواز دھیمی تھی۔ سرگوشی میں کی جانے والی درخواست۔

وہ کسی خواب کی سی کیفیت میں کھڑی ہوئی۔ گود میں رکھی چیزیں نیچے جا گریں۔ پینٹ کی ٹیوب۔ ڈسٹر۔ ٹشو۔ چاک۔ اب وہ پورے قد سے کھڑی تھی لیکن اس کی نووارد کی طرف پشت تھی۔

کیا پیچھے مڑ کے دیکھنا چاہیے؟ کیا وہ نمک کا مجسمہ بننے کا خطرہ مول لے سکتی تھی؟

''میں جانتا ہوں تم میری شکل تک نہیں دیکھنا چاہتیں۔ لیکن ایک دفعہ.... میری بات سن لو۔''

وہ آپ سے کب تم پہ آیا تھا؟ فراق میں؟ یا اس سے پہلے کی قربت میں؟ کون سا فاصلہ کب طے ہوا تھا۔

وہ دھیرے سے اس کی طرف پلٹی۔

وہ وہم نہیں تھا۔ وہ حقیقت تھا۔ وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔

سیاہ پینٹ پہ سفید شرٹ پہنے جس کے آستین موڑ رکھے تھے۔ پیروں میں سیاہ بوٹ اور کلائی میں قیمتی گھڑی تھی۔ اس کا لباس اس کیف سے کہیں زیادہ قیمتی اور برانڈڈ لگتا تھا جس کو وہ جانتی تھی۔ بال جیل لگا کے پیچھے کر رکھے تھے۔ چہرے کی شیو ویسی ہی بڑھی تھی۔ اور اس کی بھوری آنکھیں... وہ کشمالہ پہ جمی تھیں۔

''کیسی ہو؟''

یہ اس کا کیف نہیں تھا۔ یہ ماہر فرید تھا۔

لمحے بھر میں اس کی یادداشت تازہ ہوئی۔ جیسے کسی نے منہ پہ طمانچہ مارا ہو۔ یہ اس کا فریب کار تھا۔

وہ چند ثانیے ٹکر ٹکر اس کا چہرہ دیکھے گئی۔ پھر سارا خون سمٹ کے چہرے میں آ گیا۔ پہلو میں گری مٹھی بھنچ گئی۔ کیا وہ کیف کو تھپڑ مار سکتی تھی؟

لیکن اطراف میں گزرتے ویٹرز۔ میزوں پہ بیٹھے مہمان۔ ابھی کوئی ان کی طرف متوجہ نہ تھا۔ وہ ان کو متوجہ کر بھی نہیں سکتی تھی۔

وہ ایک دم پلٹی اور جھک کے زمین سے اپنی چیزیں اٹھانے لگی۔ کینوس بیگ میں برشز ڈالے۔ موبائل بیک پیک میں پھینکا۔

وہ بے چینی سے اس کی حرکات دیکھ رہا تھا۔ اپنی چیزیں اٹھا کے وہ ماہر کو دیکھے بغیر ایک طرف سے نکل گئی تو وہ بے

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

اختیار اس کے پیچھے گیا۔

''مالا... پلیز...''

کشمالہ کے قدم ٹھہرے۔

''میں تمہیں نہیں جانتی۔'' مڑے بغیر دبا دبا سا بولی۔ ''آئندہ میری ورک پلیس پہ مت آنا۔''

''پھر کہاں آؤں؟''

''کہا نا' میں تمہیں نہیں جانتی۔ تماشہ مت بناؤ۔'' غرا کے کہا اور پھر وہ رکی نہیں۔ تیز قدموں سے ریستوران کی ایگزٹ کی طرف بڑھ گئی۔

''میں ہر چیز کی وضاحت کر سکتا ہوں۔'' وہ راہداری میں آگے چلی جا رہی تھی اور وہ اس کے پیچھے چلتا اتنا آہستہ بول رہا تھا کہ صرف وہی سن سکے۔

لیکن اس نے نہیں سنا۔ سنا بھی تو رکی نہیں۔

باہر ریستوران کا پارکنگ ایریا گاڑیوں سے بھرا تھا۔ اسٹریٹ پولز اور دوسری زرد بتیاں رات کے اندھیرے کو خوبصورت بنا رہی تھیں۔

مالا نے ویلے کو اپنی کار لانے کو کہا اور اس کے ڈیسک کے ساتھ کھڑی انتظار کرنے لگی۔ دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔ اسے احساس ہوا کہ وہ اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا ہے۔ وہ اس کا پرفیوم پہچانتی تھی۔ یہ وہی تھا۔ کیف۔

''مالا...''

اس نے چہرہ موڑ کے اسے دیکھا۔ یہ وہ نہیں تھا۔ یہ اس کا کیف نہیں تھا۔

''میں تمہارا تعاقب کار نہیں ہوں۔ بس یہی واضح کرنا چاہتا ہوں۔'' اس کے کندھے کے قریب کھڑا وہ سامنے دیکھتے ہوئے آہستہ سے بولا۔ دور سے وہ دونوں پارکنگ ایریا میں ساتھ کھڑے دو راہگیر نظر آتے تھے جو ایک دوسرے سے لاتعلق اپنی اپنی کارز کے منتظر تھے۔

''پھر میرا تعاقب مت کرو۔ مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔'' راہگیر لڑکی کا چہرہ غصے اور بے بسی کی حدت سے سرخ پڑنے لگا تھا۔

''صرف ایک دفعہ مجھے بتانے دو کہ میں نے ایسے کیوں کیا۔ میں مجبور تھا' کشمالہ۔''

مرد راہگیر سامنے دیکھتے ہوئے بولا تو آواز میں منت تھی۔ اس کی کار سامنے آ چکی تھی۔ ویلے نے باہر نکل کے

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

چابی اسے تھمائی۔

وہ اندر بیٹھی اور بیک پیک فرنٹ سیٹ پہ ڈالا۔ پھر کھڑکی کا شیشہ نیچے گرایا اور باہر کھڑے اس راہگیر کو دیکھا جو زخمی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''دوبارہ میرے سامنے کبھی مت آنا' کیف۔'' اس کی آنکھیں گلابی پڑ رہی تھیں۔ پھر اس نے کار آگے بڑھا دی۔ ماہر نے دیکھا' اس کے دوپٹے کا کنارا دروازے کے بیچ پھنسا باہر سے دکھائی دے رہا تھا۔

موبائل کی تھرتھراہٹ نے اس کی توجہ کشمالہ کی کار سے ہٹا دی۔ اس نے بے زاری سے موبائل اسکرین دیکھی۔ وہاں بیربل کا میسج جگمگا رہا تھا۔

''صرف اتنا بتا دو... تھپڑ تو نہیں پڑا؟ میری اور شبنم کی شرط لگی ہوئی ہے۔''

اس نے زیر لب بیربل کو بہت سے القابات سے نوازتے ہوئے موبائل واپس جیب میں ڈالا۔

''تمہیں میری بات سننی پڑے گی' کشمالہ مبین۔'' وہ دور جاتی کار کو دیکھ کے بڑبڑایا۔

''میں بھی یہیں ہوں۔ اور تم بھی یہیں ہو۔ دیکھتے ہیں پہلے کون ہار مانتا ہے۔''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ گھر آئی تو شدید ڈسٹرب لگ رہی تھی۔ ماں اور معید سے بات کیے بغیر ہی وہ کمرے میں چلی گئی۔ چند دن سے جو خود کو سنبھالنا شروع کر دیا تھا' تو یوں لگتا تھا کہ اسے کیف سے فرق نہیں پڑتا' لیکن وہ غلط تھی۔ فرق پڑتا تھا۔ کیوں؟ بس یہی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ایک تو پہلے ہی اتنا بوجھل دن گزرا تھا۔ زیاد کو اس کے منہ پہ انکار کرنا' گزشتہ رات ماں کا گر جانا۔ پھر آج سارا دن اس نے زیاد سے بات نہیں کی تھی حالانکہ زیاد نے ان کے گھر سے نکلتے ہی اسے میسج کیا تھا کہ وہ جانے سے پہلے اس سے بات کرنا چاہتا ہے۔ اور وہ کچھ ایسا نہیں کہے گا جس سے کشمالہ خود کو بوجھل محسوس کرے۔

لیکن اس نے زیاد کو جواب نہیں دیا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ ایسا کچھ کہے جس سے وہ کمزور پڑ جائے۔ اتنی ذہنی الجھنوں کے ساتھ وہ کام پہ گئی تھی' کہ شاید پینٹنگ اس کا دھیان بٹا دے۔

اور پھر ایسا دھیان بٹا تھا کہ دماغ کے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔

وہ باتھ روم کے آئینے کے سامنے کھڑی' جھک کے چہرے پہ پانی کے چھینٹے مار رہی تھی۔ شاید اپنے چہرے پہ رقم اس کی زخمی نگاہوں کا نشان دھو سکے۔ وہ اس کو دیکھنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ اسے نفرت ہو گئی تھی اس آدمی سے۔ اور

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

اسے خوف بھی آیا تھا۔ جو کیف جمال جیسے مرد کو ڈرا دھمکا کے یہ کام کروا سکتا ہے' وہ کسی لڑکی کے ساتھ کیا نہیں کر سکتا؟ اور اوپر سے... اس کی تصویر... اور زخمی لڑکیوں کی تصویروں والا البم... اسے سب یاد تھا۔

اس نے گیلا چہرہ اٹھا کے آئینے میں خود کو دیکھا تو اسے اپنی آنکھوں میں خوف نظر آیا۔ خوف نفرت سے کم تھا' لیکن موجود تھا۔ اُف خدایا۔ اس نے کیسے اس آدمی کو ڈیڑھ ماہ اپنے گھر میں رہنے دیا؟

تولیے سے چہرہ صاف کرتی وہ باہر نکلی تو دیکھا' سامنے وہ چھوٹا سا ڈبہ رکھا تھا۔ اس نے بخت بی سے کہا تھا کہ اوپر جو برشز وہ چھوڑ آئی ہے وہ یہاں لا کے رکھ دیں۔ اور چونکہ وہ اس ڈبے کو کل باہر نکال کے بھول گئی تھی' اس لیے بخت بی اسے بھی اٹھا لائی تھیں۔ شاید انہیں یہ نہیں لانا چاہیے تھا۔

مالا دھیرے سے کرسی پہ بیٹھی اور وہ ڈبہ اٹھا کے گود میں رکھا۔ اندر گلابی تسموں والے جوگرز تھے۔ ایک خالی پیکٹ تھا جس میں ایک بیج بچا ہوا تھا۔ اور چند برشز تھے۔ لمحے بھر کے لیے کیف ذہن سے نکل گیا۔ سب کچھ نکل گیا۔ یاد رہا تو بس اتنا کہ... کبھی یہ جوتے اس کے پیروں میں ہوتے تھے....

تب زندگی مختلف تھی۔

مالا کو اس کے کمرے میں...

ماہر کو ریستوران کے پارکنگ ایریا میں....

ماہی کو کینیڈا میں اپنے سفید گھر میں...

ماں کو لاؤنج میں وہیل چیئر پہ چھوڑ کے... ہم اپنی کہانی کو یہیں روک رہے ہیں....

ہاں اسی لمحے میں قید کر کے.... ہم تمہیں پانچ سال پیچھے لے چلتے ہیں'

جب ان سب کی زندگی آج سے بہت مختلف تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پانچ برس قبل.....

مے فیئر۔ لندن

یہ ایک آفس کا منظر ہے۔ دیواریں سرمئی ہیں اور ان پہ سنہرے وکٹورین فریمز میں کیلگرافیز آویزاں ہیں جن میں عربی آیات اور فارسی اشعار نمایاں ہیں۔ مہاگنی میز کھڑکی کے مقابل رکھی ہے۔ بلائنڈز ہٹے ہیں اور ان سے

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

آتی دوپہر کی روشنی سارے آفس کو جگمگا رہی ہے۔

کنٹرول چیئر پہ بیٹھا شخص ماہر فرید ہے لیکن وہ اب کے ماہر سے مختلف ہے۔ اس کا چہرہ قدرے کم عمر اور کلین شیو ہے۔ وہ سفید شرٹ اور سیاہ پینٹ میں ملبوس ہے۔ ٹائی کا رنگ سرمئی ہے۔ ویسٹ' کف لنکس' بنے ہوئے بال' سب ظاہر کرتے ہیں کہ وہ کام کے لیے تیار ہو کے دفتر آیا ہے۔ لیکن اس کے چہرے سے ایسا نہیں لگتا۔ اس کی آنکھیں گلابی ہیں۔ ہلکی سی گیلی۔ اور ہاتھ میں ایک ادھ بجھا سگار ہے جسے وہ ایش ٹرے میں مسل رہا ہے۔ کمرے میں سگار کی میٹھی سی خوشبو پھیلی ہے۔

وہ سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے سامنے رکھے ایک فریم کو دیکھ رہا ہے۔

فریم میں دو افراد موجود ہیں۔ ایک کرسی پہ بیٹھا وجیہہ بوڑھا آدمی جو سوٹ میں ملبوس ہے۔ اور ایک اس کے کندھے کے پیچھے کھڑا ماہر۔ ماہر نے ایک ہاتھ اس کے شانے پہ رکھا ہوا ہے۔ وہ دونوں مسکرا رہے ہیں۔

وہ گیلی آنکھوں سے اس تصویر کو دیکھتا ہے۔ وہ اس کے باپ کی تصویر تھی۔

آج اس کے باپ کو اس دنیا سے گئے پانچواں دن تھا۔

اس نے آنکھیں بند کیں۔ ذہن کی تجوری میں سے بہت سے خانے کھلے پڑے تھے۔ جیسے ساری یادداشتیں آپس میں گڈمڈ ہو رہی ہوں۔ یادداشتیں ٹکڑوں کی طرح سامنے آ رہی تھیں۔ اس نے ایک یاد کو تھامنا چاہا....

ایک کم عمر لڑکا اپنے باپ کے ساتھ گارمنٹس اسٹور پہ بیٹھا تھا۔ وہ دونوں ہتھیلیوں میں چہرہ گرائے پریشانی سے باپ کو دیکھ رہا تھا جو کیش کاؤنٹر پہ براجمان' عینک ناک پہ جمائے' مسکرا کے ایک گاہک سے بات کر رہا تھا۔ پھر اس نے گاہک کو سامان کا تھیلا پکڑایا تو بچہ چونکا۔ قدرے بے چینی سے سیدھا ہوا جیسے اسے روکنا چاہتا ہو۔ اس نے باپ کو اشارہ کیا لیکن باپ متوجہ نہیں تھا۔ اس نے مسکرا کے گاہک کو ایک بیجوں کا ننھا سا پیکٹ تھمایا۔

''ان کو میری طرف سے مٹی میں بو دینا۔'' وہ اب گاہک کو ہدایات دے رہا تھا۔ بچہ خفگی سے اسے دیکھے گیا۔

''ابا... اس نے کم پیسے دیے ہیں۔'' ان کے جاتے ہی وہ بے چینی سے بولا۔ ''اگر کوئی ایک پینی بھی زیادہ دے دے' تو آپ فوراً بتا دیتے ہیں۔ کم پہ کیوں نہیں بتایا؟''

اس کے باپ نے مسکرا کے اسے عینک کے اوپر سے دیکھا۔

''اس کے پاس جتنے تھے' اس نے دے دیے۔ جو نہیں دیے' وہ اس کے اوپر میری انویسٹمنٹ ہے۔''

''اس سے کیا ہوگا؟'' وہ الجھا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''اب وہ میرا دوست بن گیا ہے۔اور زندگی میں انسانوں کے اوپر انویسٹمنٹ کر کے ان کو دوست بنالینا چاہیے۔دوست کام آتے ہیں۔پیسہ نہیں۔''

گارمنٹس کی دکان ماضی کے جھروکوں میں مدھم ہوگئی۔

اس کی جگہ مارکیٹ اسٹالز نے لے لی۔یہ بھی پرانے لندن کی ایک مارکیٹ تھی۔وہ نوعمر لڑکا ہاتھ میں کتاب لیے باپ کے برابر چلتا آرہا تھا۔اس کے چہرے پہ جھنجھلاہٹ تھی۔

''ابا میرا ایگزام ہے۔میں نے پڑھنا ہے۔میں یہاں کیا کر رہا ہوں؟''

''تم یہاں انسانوں کو پڑھنا سیکھو گے۔تمہیں اپنے باپ کی طرح انسانوں کو دوست بنانا آنا چاہیے'ماہر۔''

''ابا...''اس نے اکتا کے سر جھٹکا۔''مجھے گارمنٹس کا کام نہیں کرنا۔''

''تمہیں جو بھی کرنا ہے'اس کام میں انسان تمہاری مدد کریں گے اگر وہ تم پہ بھروسہ کرتے ہوں۔تمہیں انسانوں کی سمجھ ہوگی تو ان کا بھروسہ جیتو گے نا۔''

''اور اس سے کیا ہوگا؟''

وہ دونوں مارکیٹ کے اسٹالز کے درمیان چلتے جارہے تھے۔

''وہ تمہاری بات مانیں گے۔جو تم کہو گے'وہ وہی کریں گے۔جیسے قاسم فرید کی بات کا سب اعتبار کرتے ہیں'ویسے ہی ایک دن ایسا آنا چاہیے جب اس شہر کے لوگ کہیں کہ وہ ماہر فرید کی ہر بات کا اعتبار کرتے ہیں۔''

پرانے لندن کی مارکیٹ مدھم ہو کے کہیں گم ہوئی۔ایک دوسری یاد ابھر کے آئی تو اس نے اس کا سرا کھینچا۔ایک منظر سا بنتا چلا گیا۔

وہ ایک گارمنٹ فیکٹری کے اندر کا منظر تھا۔بڑا سا ہال کمرہ۔اردگرد رکھے ورک اسٹیشنز۔ان کے درمیان وہ ٹین ایج نوجوان اپنے باپ کے ساتھ کھڑا تھا۔اس کے ایک ہاتھ میں کتاب دبی تھی۔

وہ اب بوڑھے ہو چکے تھے۔بال ہلکے ہلکے سفید تھے۔وہ ان کے کان کے پاس جھک کے کہہ رہا تھا۔

''ابا... یہ آدمی آپ سے جھوٹ بول رہا ہے۔میری بات مانیں۔اس کے ساتھ کام نہ کریں۔''

قاسم فرید نے مسکرا کے چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا۔اب اس کا قد ان سے نکلتا ہوا تھا اور وہ ناخوش نظر آرہا تھا۔

''اور تمہیں کیسے معلوم؟''

''میں ماہر ہوں۔مجھے معلوم ہوتا ہے۔''ہلکے سے شانے اچکائے۔انہوں نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''پھر ہم وہی کریں گے جو ماہر کہتا ہے۔ کیونکہ ہم ماہر کا اعتبار کرتے ہیں۔'' انہوں نے مسکرا کے کہا تو وہ ہلکا سا مسکرا دیا۔ وہ دونوں ایک ساتھ آگے چلنے لگے....

ماہر نے چہرہ ہتھیلیوں سے اٹھایا۔ اس کی گلابی آنکھیں اب بھی گیلی تھیں۔ نظریں سامنے بنی کھڑکی پہ جمی تھیں جہاں سے سورج کی اداس کرنیں اندر داخل ہو رہی تھیں۔

ان کے سنہرے پن میں ایک باسی منظر ابھرنے لگا۔

وہ ایک خوبصورت اور نفیس سے گھر کا لونگ روم تھا۔ نوجوان ماہر سینٹر ٹیبل پہ کاغذ پھیلائے سر جھکائے ایک اسکیچ بنا رہا تھا۔ اس نے کچن سے آتی آوازوں کی طرف سے کان لپیٹ لیے تھے۔

کچن کے سامنے وہ تینوں کھڑے تھے۔ ایک سیاہ گھنگھریالے بالوں والی خوبصورت عورت۔ اس کے ساتھ ایک چھوٹا گھنگریالے بالوں والا لڑکا جو منہ پھلائے کھڑا تھا۔ وہ عورت غصے سے زور زور سے ہاتھ ہلاتے ہوئے اپنے سامنے کھڑے قاسم فرید سے لڑ رہی تھی۔

''یہ تمہارا بیٹا ہے' قاسم۔ تمہاری گارمنٹ فیکٹری کا ملازم نہیں جو تم ہر صبح اصرار کرنے لگ جاتے ہو کہ اسے کام پہ لے کر جاؤ گے۔ یہ ایک بچہ ہے۔''

''ماہر اس کی عمر کا تھا جب میرے ساتھ مارکیٹ اسٹالز تک جاتا تھا۔'' وہ نرمی سے گہری سانس لے کر کہہ رہے تھے۔

''تب تم ایک اسٹال کے مالک تھے' قاسم۔ اب تم ایک فیکٹری کے مالک ہو۔ کچھ تو اپنے اسٹیٹس کا خیال کرو۔''

''مجھے بیربل کو دنیا دکھانی اور دنیا سکھانی ہے۔ ورنہ وہ کیسے جان پائے گا کہ اس کے باپ نے یہ سفر کہاں سے شروع کیا؟''

''شش''

منہ بسورے کھڑے گھنگریالے بالوں والے لڑکے نے آواز پہ اسے دیکھا۔ وہ مسکرا کے اسے اپنے پاس بلا رہا تھا۔ بیربل نے ماں باپ کو دیکھا پھر ماہر کو۔ پھر ہلکا سا مسکرایا اور دھیرے سے کھسک کے اس کے پاس چلا آیا۔ وہ دونوں ابھی تک کچن میں کھڑے بحث کر رہے تھے۔

بیربل چھوٹے چھوٹے قدموں سے چلتا ہوا اس کے ساتھ کارپٹ پہ آ کے بیٹھ گیا۔

''مجھے فیکٹری نہیں جانا۔'' اس نے ماہر کے قریب ہو کے شکایت کی۔ اس نے گہری سانس لی۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''بیر... تمہیں معلوم ہے... ہمارے ابا ہمیشہ سے خوشحال نہیں تھے۔'' وہ دھیرے دھیرے بتانے لگا۔ ''ساٹھ کی دہائی میں ہمارے دادا کے ساتھ وہ انگلینڈ آئے تھے اور تب سے اب تک انہوں نے بہت سی جابز کی ہیں۔ پیٹرول پمپ پہ۔ ریستوران پہ ویٹر کی۔ گارمنٹس اسٹور پہ سیلز مین کی۔ جانتے ہو ہر جاب سے انہوں نے کیا کمایا ہے؟''

''پیسے؟''

''اونہوں۔'' وہ مسکرایا اور اس کے ناک کو پین سے ہلکا سا چھوا۔ ''دوست۔ انہوں نے ہر جاب سے دوست کمائے ہیں۔ اور آج ہمارے ابا کے پاس ایک گارمنٹ فیکٹری ہے کیونکہ ان کو peoples skill آتی ہے۔ انسانوں کو مینیج کرنا۔ انہوں نے اپنے سارے خاندان کو قطر اور لندن میں سیٹل کروا دیا ہے۔ کیونکہ لوگ ابا پہ بھروسہ کرتے ہیں۔ ان کے کہنے پہ لوگوں کو جاب دیتے ہیں۔ جانتے ہو ابا کے دوست چائے خانوں کے ملازموں سے لے کر قطر کی رائل فیملیز تک پھیلے ہیں۔ کیا تم ابا پہ بھروسہ کر کے ان کی بات نہیں مان سکتے؟''

''مگر میں نے نہیں جانا فیکٹری۔'' وہ منہ پھلا کے اسی طرح بولا تو ماہر نے گہری سانس لی۔ پھر ایک افسوس بھری نظر اٹھا کے کچن میں کھڑے میاں بیوی کو دیکھا۔ وہ ہنوز بحث کر رہے تھے.... اس کے سر میں درد ہونے لگا۔

منظر دھوئیں کے مرغولے میں غائب ہو گیا۔ اور جب دھند چھٹی تو اب ایک اور منظر سامنے تھا۔

وہ ایک آفس میں بیٹھا تھا۔ میز کے اس پار رابیل فرید بیٹھی تھی۔ گھنگھریالے بال جوڑے میں لپیٹے' گردن میں ہیروں کی لڑی پہنے' وہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بیٹھی تھی۔ چہرہ سپاٹ تھا۔

''ماہر... مجھے مجبور مت کرو۔ میں قاسم کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔''

''ماں...'' وہ کرسی سے اٹھا اور گھوم کے اس کے سامنے آیا۔ اس کے چہرے پہ بے چینی اور پریشانی تھی۔

''ماں پلیز ایسا نہ کریں۔ پلیز۔'' اس نے گھٹنوں کے بل ماں کے سامنے بیٹھتے ہوئے اس کے ہاتھ تھام لیے۔ اس کی آنکھیں نم تھیں۔ چہرے پہ منت تھی۔

''میں فیصلہ کر چکی ہوں۔ مجھے نہیں رہنا اس کے ساتھ۔''

''آپ اس وقت میں ان کو کیسے چھوڑ کے جا سکتی ہیں جب ان کا برین ٹیومر ڈائیگنوز ہوا ہے؟ ان کو اس وقت آپ کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔''

''میں مزید اس کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔'' اس نے سختی سے اپنے ہاتھ چھڑائے۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''بیربل کیا کرے گا۔ وہ چھوٹا ہے۔ ایسے مت کریں۔'' وہ ٹوٹے ٹوٹے الفاظ میں کہہ رہا تھا۔ ''ہماری فیملی ٹوٹ جائے گی۔ ابا بیمار ہیں۔ ان کو مت چھوڑ کے جائیں۔''

آنسو اس کے چہرے پہ پھسل رہے تھے۔ لیکن وہ اسی طرح گردن کڑائے بیٹھی تھیں۔ چہرے پہ افسوس تھا لیکن فیصلہ اٹل تھا....

وہ اٹھ کے چلی گئیں تو وہ کتنی ہی دیر زمین پہ بیٹھا رہا۔ پھر ایک دم اٹھا اور کھڑکی تک آیا۔ وہاں ایک ڈسپلے ٹیبل پہ ایک سفید عمارت کا ماڈل رکھا تھا۔ اس نے پوری قوت سے ماڈل کو دھکا دیا۔ ننھی سفید عمارت دھڑام سے زمین بوس ہوگئی۔ سارے ٹکڑے بکھر گئے۔....

وہ منظر اس ماڈل کی کرچیوں کے عکس میں غائب ہوگیا۔

اور اب کے ایک نیا منظر سامنے آنے لگا۔

ایک اپارٹمنٹ کے اندر زرد بتیاں جلی تھیں۔ ایک بڑی سی کھڑکی تھی جس کے باہر بارش تیز تیز برس رہی تھی۔ بھیگتی کھڑکی کے آگے دو لوگ کھڑے تھے۔ ان کے چہرے ٹھیک سے دکھائی نہ دیتے تھے۔ ایک کوٹ میں ملبوس ماہر تھا اور دوسری گھنگھریالے بالوں والی عورت۔

''تم ایک دفعہ شمس سے مل کے تو دیکھو۔''

''میں جانتا ہوں اس شمس کو اچھی طرح۔'' وہ پوری قوت سے چلا رہا تھا۔ اس کا چہرہ سرخ تھا اور آواز ٹوٹی ہوئی تھی۔ ''وہ میرے باپ کا ملازم تھا۔ آپ اس کو میرے باپ کی جگہ پہ نہیں لا سکتیں۔''

''ماہر یہ میری زندگی ہے۔ میں یہ فیصلہ کر سکتی ہوں۔'' وہ بھی جواباً چلائی تھی۔

''میرے باپ کی سرجری ہونی ہے monday کو۔ اور آپ اسی دن شادی کرنے جا رہی ہیں؟''

''میں نے اپنی زندگی کے اتنے سال دے دیے اس شخص کو۔ اور کیا کروں اس کے لیے؟ خدارا مجھے اپنی مرضی سے گزارنے دو۔'' وہ بھی چیخ رہی تھی۔

''اگر آپ نے شمس الدین سے شادی کی نا تو میں آپ سے ساری عمر نہیں ملوں گا۔ میں آپ کو بتا رہا ہوں۔'' اس نے زور سے میز پہ ہاتھ مارا۔ میز پہ رکھی ساری چیزیں نیچے گر گئیں۔ ایک گلدان۔ تین پھول۔ دو گلاس۔

پھر وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ وہ اسے پیچھے سے پکار رہی تھیں لیکن وہ نہیں سن رہا تھا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

وہ باہر سڑک پہ آیا تو بارش پوری قوت سے برس رہی تھی۔

''ماہر...'' پیچھے سے بیربل بھاگتا ہوا آیا۔اس کے گھنگریالے بال لمبے تھے اور پونی میں مقید تھے۔اس کے پیروں میں سلیپرز تھے۔وہ سنے بغیر فٹ پاتھ پہ چلنے لگا۔اس کے بال' کپڑے' سب کچھ بھیگتا گیا لیکن وہ نہیں رکا۔

''ماں کو کرنے دو شادی۔کیا فرق پڑتا ہے۔'' وہ بھاگتا ہوا اس کے کندھے کے قریب آیا۔

''تمہیں سمجھ کیوں نہیں آرہی؟'' وہ اس کی طرف گھوما اور پوری قوت سے چلایا۔''ابا اور ماں کی ڈائیوورس کو تین ماہ ہوئے ہیں۔اور وہ اگلے ہی دن شادی کرنے جا رہی ہیں۔اس کا مطلب ہے ماں ایسے ہی ابا کو الزام دیتی رہیں۔انہوں نے اس... اس شمس کی وجہ سے ابا سے طلاق لی تھی۔'' اس کی آواز غصے سے کانپ رہی تھی۔

''نہیں ماہر۔'' بیربل کو اس کی بات پہ جیسے افسوس ہوا۔''شمس نے ماں کو دو ہفتے پہلے پروپوز کیا ہے۔اس سے پہلے ایسا کچھ نہیں تھا۔انہوں نے مجھے خود بتایا ہے۔''

اس نے افسوس سے بیربل کو دیکھا۔''ماں ایک غلط فیصلہ کرنے جا رہی ہیں۔وہ آدمی جو میرے باپ کا باڈی گارڈ بن کے ہماری زندگی میں آیا تھا' وہ میری ماں کو ورغلاتا رہا ہے۔میں نے اسے نکالا تھا ملازمت سے کیونکہ میں نے اس کی چوری پکڑی تھی۔اور اس نے اس سے بڑا انتقام لگا لیا۔''

''ماہر تم ہر کسی کو غلط سمجھتے ہو۔'' وہ دونوں بارش میں کھڑے بھیگ رہے تھے۔

''میں لوگوں کے بارے میں غلط نہیں ہوتا' بیربل۔اس آدمی نے یہ پہلے دن سے پلان کر رکھا تھا۔وہ ماں سے شادی ماں کی دولت کے لیے کر رہا ہے۔وہ دولت جو ابا نے ماں کو دی ہے۔تم جاؤ کرو شادی میں شرکت۔میں نہیں آؤں گا۔میرا باپ ہسپتال میں ہے۔''

''میں نہیں کروں گا شرکت اور میں بھی ابا کے پاس ہوں گا۔مگر ماں کو ایسے نہ کہو۔''

''رہو تم اپنی دنیا میں۔'' وہ ہاتھ جھلا کے بکتا جھکتا آگے بڑھ گیا۔بیربل برستی بارش میں تنہا کھڑا رہ گیا۔

بارش والی رات آہستہ آہستہ پانی میں گھل کے فنا ہو گئی۔اور اس کی جگہ ایک سنہرے دن کا منظر ابھرنے لگا۔

وہ ایک خوبصورت انگلش کنٹری ہاؤس کا لان تھا۔گھاس پہ دو بنچ آمنے سامنے نصب تھے۔ایک پہ ماہر بیٹھا تھا۔ٹانگ پہ ٹانگ جمائے' جینز پہ پولو شرٹ پہنے' اس کا چہرہ پہلے سے دبلا لگ رہا تھا۔اور آنکھوں تلے حلقے گہرے ہو رہے تھے۔ہاتھ میں ایک سگار تھا جو سلگ رہا تھا۔اسے لبوں میں دبا کے ایک سانس اندر کھینچا' اور آنکھیں بند کیں۔دھوئیں کے مرغولے ہوا میں بلند ہوئے۔آنکھیں کھولیں تو دیکھا ... دھوئیں کے بادلوں کے پار زارا کھڑی

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

تھی۔

ہینڈ بیگ کہنی سے لٹکائے' وہ ہمیشہ کی طرح بجی سنوری ہوئی تھی۔ اونچی اسکرٹ' لانگ بوٹس' شانوں پہ پھیلے بال۔ وہ اسے افسوس سے دیکھ رہی تھی۔

''تمہیں معلوم ہے' قاسم تایا کو تمہاری یہ نئی ایڈکشن کتنی بری لگتی ہے۔'' وہ ناخوشی سے کہتے ہوئے اس کے سامنے بیٹھی۔

ماہر نے سگار والا ہاتھ سامنے کیا اور الٹ پلٹ کے اسے دیکھا۔

''یہ میری محبوبہ ہے۔ اس کو میں ابا کے کہنے پہ بھی نہیں چھوڑ سکتا۔'' شانے اچکا کے پھر سے لبوں سے لگالیا۔

زارا نے غور سے اسے دیکھا۔

''مجھے معلوم ہے تم صبح سے یہاں بیٹھے کیوں اسموکنگ کر رہے ہو۔'' وہ اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''بیربل نے بتایا ہے مجھے۔ اب تم دونوں بھائیوں کی ایک بہن بھی دنیا میں آ چکی ہے۔''

''وہ شمس کی بیٹی ہے۔ میری کچھ نہیں لگتی۔'' وہ تلخ ہوا۔ جبڑا تک بھنچ گیا۔

''تم کب سے نہیں ملے اپنی ماں سے؟''

''ملا تھا۔ چار ماہ پہلے۔ کچھ ڈاکومنٹس سائن کروانے گیا تھا۔ وہ کمپنی کی شیئر ہولڈر ہیں۔''

''ہاں لیکن ماہر... کبھی ایسے ہی مل لیا کرو۔ جیسے بیربل ملتا ہے۔ وہ تمہیں کتنا بلاتی ہیں۔ ڈنرز پہ۔ تمہاری سالگرہ پہ۔ تم نہیں جاتے۔''

''میں لوگوں کے پیچھے نہیں جایا کرتا۔ میرے سامنے ان کا ذکر مت کیا کرو۔'' وہ بھوری آنکھیں دور سبزے پہ جمائے ہوئے تھا۔

''دیکھو... قاسم انکل کا ٹیومر بھی ٹھیک ہو گیا۔ منجیو ما تھا وہ۔ اب وہ بھی سیٹ ہیں۔ وہ کہیں گے تب بھی نہیں جاؤ گے اپنی بہن کو دیکھنے؟''

''کہا نا... وہ شمس کی بیٹی ہے۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ سگار ہاتھ میں تھا۔

''اس کا نام ہلال ہے۔'' زارا نے پیچھے سے پکارا۔ وہ نہیں پلٹا۔ بس ایک نظر اٹھا کے آسمان کو دیکھا۔

ہلال۔

دو روز پہلے لندن کے آسمان پہ چاند کمان کی صورت میں ابھرا تھا۔ ہلال جیسا۔ پھر اس نے سر جھٹکا۔ وہ اس کی

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

ماں کی بے وفائی کی نشانی تھی۔ اسے اس سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ اگر کچھ محسوس ہوا تھا تو نفرت تھی۔

سگار کا ایک اور کش بھرا تو سارا منظر اس کے دھوئیں سے دھندلا گیا۔

دھواں چھٹا تو ایک اور یاد سامنے چلنے لگی....

وہ اپنے کمرے میں بیٹھا' ورک ٹیبل پہ لیپ ٹاپ کے سامنے تیز تیز ٹائپ کر رہا تھا۔ ایک ہاتھ میں سگار تھا۔ دفعتاً دستک ہوئی۔ اس نے بے دھیانی میں یس کہا۔ دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ پھر خاموشی۔ ماہر نے گردن موڑ کے دیکھا۔

قاسم فرید چوکھٹ میں کھڑے تھے۔ ایک تاسف بھری نظر اس کے ہاتھ پہ ڈالی۔ اس نے تیزی سے سگار نیچے کیا۔ انگارے نے اس کی انگلی کے پورے کو چھوا۔ سس کی آواز لبوں سے نکلی۔ مگر تب تک وہ افسوس سے سر جھٹک کے جا چکے تھے۔ اس نے غصے سے سگار مسلا۔ مٹھی بھینچی۔ پھر تیزی سے ان کے پیچھے گیا...

کچھ دیر بعد وہ دونوں کچن میں کھڑے تھے۔ وہ برنر کے ساتھ کھڑے قہوہ بنا رہے تھے۔ اور وہ خاموشی سے سر جھکائے کھڑا تھا۔

''کتنی پیتے ہو ایک دن میں؟''

''دو یا تین...'' اس نے صاف گوئی سے جواب دیا۔ وہ سر جھکائے پیالی میں قہوہ انڈیلنے لگے۔

''تمہیں کھا جائے گی یہ۔''

''نہیں چھوڑ سکتا' ابا۔'' اس نے ہلکے سے شانے اچکائے۔ وہ ایسے وعدے نہیں کرتا تھا جنہیں پورا نہ کر سکے۔

''سگریٹ انسان کو...''

''سگریٹ نہیں ہے یہ۔'' اس نے بات کاٹی۔ ''مجھے بھی نفرت ہے سگریٹ سے۔ اس کے دھوئیں سے۔ یہ سگار ہے۔'' بہت دفعہ کی بتائی بات دہرائی۔ لیکن انہوں نے سر افسوس سے جھٹکا۔

''اپنی ماں سے مل لیا کرو۔ تمہاری بہن کی دوسری سالگرہ تھی۔ اس نے تمہیں بلایا۔ تم نہیں گئے۔''

''وہ میری بہن نہیں ہے۔''

قاسم فرید نے دونوں پیالیاں ٹرے میں رکھیں اور آنکھیں اٹھا کے کو دیکھا۔ پھر جھریوں زدہ چہرے کے ساتھ مسکرائے۔ اب وہ ضعیف نظر آتے تھے۔

''وہ تمہاری بہن ہے۔ ایک وقت آئے گا جب میں اس دنیا میں نہیں ہوں گا اور نہ ہی تمہاری ماں۔ ہم دونوں

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

کے چلے جانے سے سارے شکوے ختم ہو جائیں گے۔ پھر تمہاری بہن کو تمہاری ضرورت ہو گی۔''

''وہ میری بہن نہیں ہے۔'' اس نے ایک پیالی اٹھائی اور وہ دونوں ساتھ ساتھ لاؤنج میں آئے۔

''تم نے ارشاد کو کمپنی سے کیوں نکال دیا' ماہر؟ مجھے تمہارا یوں غصہ کرنا اچھا نہیں لگتا۔''

''وہ میرا اسٹاف ہے' ابا۔ وہ میری غیر موجودگی میں میری ماں کے بارے میں بات کر رہا تھا۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوا۔''

''ہر اسٹاف اپنے باس کی برائی کرتا ہے۔ کس کس پہ غصہ کرو گے؟ کس کس کی زبان بند کرو گے۔''

''جس جس کی کر سکا۔'' وہ سر جھٹک کے آگے بڑھ گیا۔ جب سے ماں نے ان کو چھوڑا تھا' اس کے اندر بہت سا غصہ جمع تھا۔ وہ افسوس سے اسے جاتے دیکھتے رہے۔ پھر انہوں نے شکر کی ڈلی پیالی میں ڈالی۔ وہ قہوے میں گھلتی چلی گئی اور سارے منظر کو اپنے ساتھ گھول کے لے گئی۔

اب کے جو منظر سامنے آیا... وہ ہسپتال کے ایک کاریڈور کا تھا۔ وہ سنگی بنچ پہ خاموش بیٹھا تھا۔ شل۔ اس کے ساتھ بیربل بیٹھا تھا۔ اس کے گھنگھریالے بال کس کے پونی میں بندھے تھے اور پیروں میں جوگرز تھے۔

''سات سال ابا ٹھیک رہے... پھر اچانک سے کیوں ان کا ٹیومر اتنا بڑھ ہو گیا.... اور ہمیں پتہ ہی نہیں چلا؟'' بیربل شل سا سامنے دیوار کو دیکھ رہا تھا۔

''وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ ہم علاج کروائیں گے۔'' وہ نڈھال لگ رہا تھا۔ آنکھیں ضبط سے گلابی ہو رہی تھیں۔

پھر وہ اٹھا اور سامنے کاریڈور میں لگا دروازہ کھولا۔ اندر بیڈ پہ ابا لیٹے تھے۔ نحیف۔ کمزور۔ سر بالوں سے صاف تھا۔ جسم میں بہت سی نالیاں لگی تھیں۔ وہ نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

وہ ان کے ساتھ بیٹھا اور ان کے ہاتھ تھام لیے۔ اس کی آنکھیں گیلی تھیں۔

''ماہر...'' انہوں نے مدھم آواز میں اسے پکارا، وہ مزید ان کی طرف جھکا۔

''اسموکنگ چھوڑ دو' بیٹے۔ یہ تمہیں کھا جائے گی۔''

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ آنکھ سے آنسو نکلا۔

انہوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ نیند میں چلے گئے تھے۔ آج کل ان کی یہی کیفیت تھی۔

''تمہارے ابا کو گلائیوما ہے۔'' وہ آواز کی طرف مڑا۔ ایک میڈیکل پروفیشنل کے ساتھ مالک کھڑا تھا۔ سوٹ

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

میں ملبوس۔غمزدہ لگتا تھا۔اس کے بال مکمل سفید نہ تھے۔سیاہ سفید کھچڑی زدہ سے تھے۔

وہ دونوں باہر نکل آئے۔ہسپتال کے گارڈن میں ساتھ ساتھ چلنے لگے۔

''یہ ایک چھوٹا سا منجیو ما تھا۔ابا کی سرجری ہوئی۔انہوں نے سات برس بہت اچھے سے گزارے۔پھر یہ گلائیوما کیسے بنا؟''وہ الجھن سے کہہ رہا تھا۔مالک نے ہلکے سے کندھے اچکائے۔

''اللہ کے کام ہیں۔کوئی نہیں سمجھ پا رہا۔یہ ایک ریئر کیس ہے۔''

اس نے جیب سے اسگار نکالا اور کپکپاتے ہاتھوں سے لبوں میں ڈالا اور اس کے دہانے کو نم کیا۔۔پھر ایک butane لائٹر نکالا۔اس پہ ماہر فرید کنندہ تھا۔

مالک نے افسوس سے اسے دیکھا۔

''تم نے اندر اپنے باپ سے وعدہ کیا ہے۔''

''میں اسے نہیں چھوڑ سکتا۔''سگار منہ سے نکال کے وہ اس کے دوسرے کنارے کو گھماتے ہوئے لائٹر سے سلگانے لگا۔اس کے ہاتھ مہارت سے کام کر رہے تھے۔

''شمس اور رابیل ملنے آنا چاہتے ہیں۔''

اس نے کچھ نہیں کہا۔سگار لبوں میں دبائے وہ اس کا دوسرا دہانہ گھماتے ہوئے لائٹر سے اسے مزید سلگا رہا تھا یہاں تک کہ اس کا دہانہ برابر جلنے لگا۔

''ان کو منع مت کرنا۔تم چاہو تو اس وقت یہاں سے چلے جانا۔''وہ دھیرے سے سمجھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''نہیں۔میں یہیں ہوں گا۔وہ آسکتے ہیں۔''اس نے کش لیتے ہوئے کہا اور پھر سگار لبوں سے نکالا۔دھواں اڑتا گیا۔

''لیکن وہ اپنی بچی کو ساتھ نہیں لائیں گے۔میں اس کو نہیں دیکھ سکتا۔''

اس کا انداز حتمی تھا۔

زیادہ دیر نہیں گزری جب وہ ہسپتال کے روم کے باہر کاریڈور میں کھڑا تھا۔اس کی نظریں دروازے پہ جمی تھیں۔دروازہ کھلا اور وہ دونوں باہر نکلے۔سیاہ لمبے کوٹ والی رابیل۔اور اس کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر مرد۔وہ مرد جو آج بھی اس کے باپ کا ملازم لگتا تھا۔دونوں کی نگاہ ملی۔ماہر نے آج نگاہ نہیں پھیری۔بس سر کو جنبش دی۔رابیل نے بھیگی آنکھوں سے سر ہلایا۔وہ اس عورت سے مختلف تھی جس نے ان کے باپ کو چھوڑا تھا۔وہ بدل گئی تھی۔نہ

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

جانے کس طرح۔ اس نے غور نہیں کیا۔ بس منہ پھیر لیا۔ کنکھیوں سے محسوس ہوا کہ وہ اس کی طرف آ رہے ہیں۔ وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

سارے منظر دھندھلا گئے۔ ساری بصارتیں تاریک ہو گئیں۔

ماہر نے چہرہ اٹھایا۔ اس کی آنکھیں گیلی تھیں۔ یادوں کا سلسلہ ختم ہو چکا تھا۔ وہ اپنے باپ کی کرسی پہ بیٹھا تھا۔ خاموش۔ ویران۔ اس کا سب کچھ ختم ہو گیا تھا جیسے۔

دفعتاً دروازہ کھلا اور بھاری بوٹس کے اپنی طرف آنے کی آواز سنائی دی۔ ماہر نے نظریں اٹھائیں۔ مالک اس کی میز کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ گرے سوٹ پہنے' کھچڑی بالوں کو جیل سے سمیٹے' وہ ہمیشہ کی طرح کمپوزڈ تھا۔

''تم آفس کیوں آئے ہو؟ کچھ دن آرام کرو۔'' وہ بے تاثر لہجے میں کہتے ہوئے سامنے والی کرسی پہ بیٹھا۔ ٹانگ پہ ٹانگ جمائی۔ اس کا چہرہ اپنے بھائی کی بیماری سے جنازے تک ایسا ہی رہا تھا۔ روبوٹ جیسا۔

''آرام سے کیا غم کم ہو جائے گا؟'' پھر اس نے سر جھٹکا۔ جیسے کچھ یاد آیا ہو۔

''ابا نے بیربل کے ساتھ اچھا نہیں کیا' مالک۔''

''میرے نزدیک اس نے بیربل کی بھلائی کے لیے فیصلہ لیا ہے۔ وہ بہت impressionable ہے۔ (جلد اثر لینے والا۔) پیسہ ضائع کرتا ہے۔ تمہارے باپ نے بہت محنت سے یہ سب بنایا ہے۔ ہمیں انگلینڈ اور قطر میں سیٹل کروایا ہے۔ بیربل کو اس کا حصہ وہ ابھی دے دیتا تو وہ بہت جلد سب اڑا کے فارغ ہو چکا ہوتا۔''

''مگر اتنی سخت شرط؟'' ماہر نے سامنے رکھا کاغذ اٹھایا اور دیکھا۔ ''بیربل کو اس کا فنڈ (حصہ) تب تک نہیں ملے گا جب تک وہ تیس برس کی عمر کو نہ پہنچ جائے اور اپنی ذاتی کمپنی کا مالک نہ بن جائے جس کا سالانہ ریوینیو ابا کی مقرر کردہ ایک مخصوص رقم سے زیادہ ہو۔ تب تک اسے ہر ماہ کمپنی کی طرف سے ایک مختص کردہ جیب خرچ ملے گا جس میں سالانہ پانچ فیصد کا اضافہ کیا جائے گا۔'' اس نے بددلی سے کاغذ رکھا۔ ''بیربل کو کتنا برا لگا ہو گا۔''

''اسے جائیداد میں اپنا حصہ کمانا پڑے گا' ماہر۔ تم کسی کیڑے کو بھی وقت سے پہلے اس کے کوکون (خول) سے نکال دو تو وہ اپنی کمزوری کے باعث باہر کی دنیا میں سروائیو نہیں کر سکتا۔ بیربل پھر انسان ہے۔ تم اس پہ ترس کھا کے اسے اس کے کوکون سے نکالو گے تو وہ اڑنا کیسے سیکھے گا؟''

''انہوں نے ماں کو بھی حصہ دیا ہے۔'' وہ ناخوش نظر آتا تھا۔ ''مجھے ڈر ہے کہ شمس کمپنی میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا۔''

www.facebook.com/nemrahahmedofficial

''اور ہم اسے ایسا کرنے دیں گے؟ ناممکن۔'' مالک کا لہجہ اٹل تھا۔''میں نے وکیل سے بات کر لی ہے۔ قاسم نے اس کا حصہ ایسے مختص کیا ہے کہ اسے گھر بیٹھے ایک رقم ملتی رہے گی لیکن وہ کمپنی کے معاملات میں نہیں بول سکتی۔ قاسم نے یہ سب تمہیں تمہاری ماں کے ساتھ جوڑے رکھنے کے لیے کیا ہے۔''

ماہر نے منہ میں کچھ بڑبڑا کے سر جھٹکا۔ اور دراز کھول کے سگار کا پیکٹ نکالا۔ مالک نے ناپسندیدگی سے اس کو دیکھا۔

''تم نے اپنے باپ سے وعدہ کیا تھا کہ اسے چھوڑ دو گے۔''

''کہا نا' یہ میری محبوبہ ہے۔ اور میں اس سے وفادار ہوں۔ ہمارا ساتھ قبر تک کا ہے۔'' آزردگی سے مسکرا کے اسے لبوں سے لگا لیا۔ مالک نے گہری سانس لی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جس وقت مے فیئر کے اس آفس میں ماہر اور مالک' قاسم فرید کی وصیت پہ غور کر رہے تھے' ان سے چند کلومیٹر دور' ایک رہائشی علاقے میں بنے چھوٹے سے گھر کے بیڈروم میں تناؤ کا سا ماحول تھا۔

رابیل بیڈ پہ عجیب آزردہ بیٹھی تھی۔ آنکھیں گیلی تھیں۔ سر بیڈ کراؤن سے ٹکا ہوا تھا۔ وقت نے اسے بوڑھا اور کمزور کر دیا تھا۔ خوبصورتی کملا گئی تھی اور ایک ویرانی سی تھی جو آنکھوں میں ٹھہری تھی۔

شمس سامنے کھڑا الماری میں نہ جانے کیا تلاش کر رہا تھا۔ وہ ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا جس کی آنکھیں چھوٹی اور شاطر تھیں۔ سرمئی بال سرے سے اڑے اڑے سے تھے اور پیشانی کی شکنیں اسے مزید ناپسندیدہ بنا رہے تھے۔ تلاش روک کے وہ پلٹا اور ایک طنزیہ نگاہ رابیل پہ ڈالی۔

''کب تک روؤ گی اپنے سابقہ شوہر کے لیے؟''

رابیل نے آنکھیں بند کیں۔ ایک آنسو اس کی آنکھ سے نکلا اور تھوڑی سے نیچے بہتا گیا۔

''وہ ایک مہربان آدمی تھا' شمس۔ میں نے اس کو بہت دکھ دیے ہیں۔''

شمس نے زور سے مٹھی بھینچ لی۔ جیسے بہت ضبط سے خود کو روکا۔

''وہ ایک خودغرض آدمی تھا۔ پلانر تھا۔ اس نے بیربل کو تم سے ملنے کی سزا دی اور اسے جائیداد سے بے دخل کر دیا۔ اور اپنے ڈرگ ایڈیکٹ بیٹے کو ہر شے کا نگران بنا دیا۔''

''ماہر ڈرگز نہیں کرتا۔ وہ صرف سگار پیتا ہے۔'' وہ جواباً دبا دبا سا چلائی۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''ہونہہ... تمہیں کیا معلوم۔تم سے تو وہ ملتا بھی نہیں ہے۔''الماری کا پٹ زوردار آواز سے بند کیا اور غصے سے بڑبڑاتا باہر نکل گیا۔رابیل نم آنکھوں سے اسے جاتے دیکھتی رہی۔شمس کا یہ انداز اس وقت سے تھا جب سے اس کے وکیل نے اسے کال کی تھی۔

شمس گھر سے باہر نکل آیا اور کھلی فضا میں گہرے سانس لے کر خود کو پرسکون کرنا چاہا۔پھر موبائل پہ ایک نمبر ملاتے ہوئے وہ سڑک کنارے چلنے لگا۔

''سرکار؟''سلسلہ ملتے ہی وہ بے بسی سے بولا جیسے کوئی بچہ فیل ہونے پہ استاد کے پاس پریشانی سے آتا ہے۔

''کیسے ہو شمس میاں؟''ایک معنی خیز طنز میں ڈوبی آواز سنائی دی۔شمس نے بے بسی سے سڑک کنارے بنے گھروں کی قطار کو دیکھا۔

''خوش نہیں ہوں۔''

''اب بھی خوش نہیں ہو؟''سرکار کی آواز میں تعجب تھا۔''تمہارے لیے اتنا لمبا چلا کاٹا میں نے۔آسان نہیں ہوتا ہنڈیا کا جادو کرنا۔لیکن سرکار نے کر دکھایا نا۔تمہارے رقیب کے خون میں جادو ایسا بٹھایا کہ اس امیر بڈھے کا سارا پیسہ اور بڑے بڑے ڈاکٹرز اس کو بچا نہیں سکے۔لیکن تم اب بھی خوش نہیں ہو؟''

''کیا فائدہ اس کے مرنے کا اگر میں کمپنی میں شراکت دار نہیں بن سکتا۔''وہ بے چینی سے بولا۔''بڈھا اتنی قانونی پیچیدگیاں چھوڑ گیا ہے کہ اس کا بیٹا اور بھائی مجھے کمپنی کے دروازے سے بھی داخل نہیں ہونے دیں گے۔''بے بسی اب غصے میں بدلنے لگی۔

''ہر کام جادو سے نہیں ہوتا'شمس میاں۔کچھ اپنا بھی ذہن استعمال کرو۔اس کے بیٹے کو رام کرو۔اپنا راستہ صاف کرو۔''سرکار کی آواز پرسکون تھی۔

''دیکھو... میں تمہیں تمہاری منہ مانگی قیمت دوں گا۔''شمس کی آواز دھیمی ہوئی۔''تم کسی طرح ماہر کا دل میری طرح سے صاف کر دو۔ایک دفعہ وہ مجھے کمپنی میں داخل ہونے دے' آگے میں سب سنبھال لوں گا۔''

سرکار نے گہری سانس لی۔''ہم بندے کو بیمار کر سکتے ہیں اور مار بھی سکتے ہیں۔لیکن کسی کے دل سے برسوں پرانی نفرت نہیں نکال سکتے۔اب تم خود ہاتھ پیر مارو'شمس میاں۔کیا ساری عمر ہم نے تمہارے کام کر کے دینے ہیں؟''

''سرکار پلیز.... میری برسوں کی محنت رائیگاں جائے گی۔''

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

دوسری جانب چند لمحوں کے لیے خاموشی چھائی رہی۔ پھر سرکار کی پرسوچ آواز گونجی۔

''تمہاری بیٹی کیسی ہے؟''

شمس جہاں تھا' وہیں سن رہ گیا۔ بالکل ساکت۔ چہرہ سفید پڑا۔

''میری بیٹی کا کیا ذکر؟''

''صرف حال پوچھا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ اس سے ملواؤ۔ پریشان کیوں ہو گئے ہو؟''

سرکار کی آواز میں کچھ معنی خیز تھا۔ ایسے راز جن سے جادو کرنے اور کروانے والے واقف ہوتے ہیں۔ شمس نے بدقت تھوک نگلا۔

''میری بیٹی کے بارے میں بات نہ کیا کرو' سرکار۔ وہ معصوم ہے۔ میری سیاہ کاریوں سے اس کا تعلق نہیں ہے۔''

''اچھا اچھا برا نہ مانو۔ ہم کچھ کرتے ہیں۔'' سرکار نے ہنس کے فون رکھ دیا۔

شمس نے فون نیچے کیا اور پریشانی سے ادھر ادھر دیکھا۔ وہ سڑک پہ تنہا تھا۔ قریبی گھر خاموش تھے۔ کسی نے اسے یہ کال کرتے نہیں دیکھا تھا۔ لیکن یہ بے چینی ختم نہیں ہوتی تھی۔

یہ ایک ایسی دلدل تھی جس میں پھنس کے نکلنا ناممکن تھا۔ عاملوں کی چوکھٹ پہ ایک دفعہ جو چلا جائے' وہ واپس نہیں جا سکتا تھا۔ ایک عمل کے بعد دوسرا عمل۔ ایک مشکل کے بعد دوسری۔

دوسری جانب اپنے کمرے میں موجود سرکار نے مسکرا کے موبائل رکھا۔ سرکار کا کمرہ وہی تھا جسے تم حال میں سرکار کو عمل کرتے ہوئے دیکھتے ہو۔ اسی طرح سامان وہاں بکھرا تھا۔ البتہ سرکار کا چہرے قدرے جوان تھا۔ جھریاں کم تھیں اور اس کے بال سیاہ سفید کھچڑی جیسے تھے۔ سر پہ نارجئی رومال باندھے اس نے پیروں کی آلتی پالتی کر رکھی تھی۔ اس کے سامنے چند کاغذ اور زائچے رکھے تھے۔

''کب تک چھپاؤ گے مجھ سے اپنی بیٹی کو' شمس؟'' اس نے مسکرا کے کہا اور ایک کاغذ اٹھا لیا۔ اس کے تعویذ لکھنے کا وقت ہوا چاہتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آج لندن میں قاسم فرید کی رہائش گاہ پہ ان کی یاد میں ایک ڈنر منعقد کیا گیا تھا جس میں عزیز و اقارب سیاہ لباس پہنے شرکت کرنے آ رہے تھے۔ لیکن یہ سوگ صرف اس ایک گھر کا سوگ تھا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

ان سے کئی ہزار میل دور لاہور کے ایک مبین منزل نامی گھر میں ماحول مختلف تھا۔

وہاں شادی کے فنکشن پہ جانے سے پہلے والی افراتفری مچی تھی۔

لاؤنج کے تخت پہ حورِ جہاں بیگم بیٹھی تھیں۔ وہ حال کے مقابلے میں قدرے کم فربہ تھیں اور چہرہ زیادہ تروتازہ تھا۔ کامدار کاسنی لباس پہنے' بالوں کی چوٹی بناتی' ساتھ ساتھ اونچی آواز میں ملازمہ کو ہدایات دے رہی تھیں۔

''صغریٰ... ہمیں شادی پہ دیر ہو جائے گی۔ کریلے فرائی کر کے رکھے ہیں۔ انہیں فریج میں رکھ دینا۔ اور پودوں کو پانی لازمی دینا۔''

''اُف ماں... آپ کی تقریر ختم ہو تو میں لائنر لگا لوں آپ کو؟ آنکھیں بند کریں۔'' ان کے سامنے کھڑی ماہی ڈپٹ کے بولی۔ ایک ہاتھ کمر پہ رکھے' دوسرے میں آئی لائنر پکڑے' وہ جھنجھلائی ہوئی لگ رہی تھی۔ وہ انیس بیس سال کی ایک پیاری سی لڑکی تھی۔ باب کٹ بال' گردن میں بھاری چوکر' کانوں میں جھمکے۔ کامدار لباس۔ اور کلائیوں میں سونے کے بھاری کنگ اور چوڑیاں۔ پہلی نظر میں معلوم ہو جاتا تھا کہ اس کی شادی کو کچھ عرصہ ہی گزرا ہے۔

''اچھا اچھا۔'' ماں نے آنکھیں بند کیں۔ وہ جیسے ہی ان پہ جھکی' اور لائنر کی لکیر کھینچنا شروع کی' ماں نے پٹ سے آنکھیں کھولیں۔

''او ہو صغریٰ... چولہا بند کرو۔ چائے ابل گئی ہو گی۔''

ماہی کا ہاتھ پھسلا اور لائنر ان کی آنکھ کے کنارے پہ لگ گیا۔

اُف۔ وہ دانت پیستی ہوئی سیدھی ہوئی۔

''میں نہیں لگا رہی۔ آپ تقریر کر لیں پہلے۔'' کھٹاک سے لائنر کی کیپ چڑھائی اور سامنے صوفے پہ بیٹھ کے خفگی سے سینے پہ بازو لپیٹ لیے۔

''اچھا اچھا میری بیٹی۔ اب نہیں بولتی۔ واپس آؤ۔'' انہوں نے پیار سے پکارا لیکن ماہی نے ہونہہ کہہ کے رخ موڑ لیا۔ اس کی ماں سے دن میں تین چار لڑائیاں ہنستے کھیلتے ہی ہو جاتی تھیں۔

''اچھا مالا کو دیکھ آؤ.. کیا وہ آئے گی؟'' ماں کو اس کی ناراضی کی پرواہ ہی نہیں تھی۔ ماہی نے خفگی سے انہیں گھورا اور نہ چاہتے ہوئے اٹھی۔ مالا اپنے کمرے میں تھی اور وہ اب اس سے کوئی تیسری دفعہ پوچھنے جا رہی تھی کہ کیا وہ شادی میں شرکت کرے گی۔ یا ہمیشہ کی طرح انکار کر دے گی۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

مالا اپنے کمرے میں ہی تھی۔ بیڈ پہ بہت سے کاغذ پھیلائے' لیپ ٹاپ دو تکیوں کے اوپر رکھے' وہ سوچ سوچ کے کچھ ٹائپ کر رہی تھی۔ وہ بائیس تئیس برس کی خوبصورت لڑکی تھی۔ بال چھوٹے تھے اور بدقت کندھوں کو چھوتے تھے۔ آنکھیں حورِ جہاں جیسی سبز تھیں اور ہاں... اس کے دونوں رخساروں پہ بہت سے گلابی دانے نکلے تھے۔ اسے شدید ایکنی ہو رہی تھی۔

ماہی نے دھاڑ سے دروازہ کھولا تو وہ چونکی۔ چہرہ موڑ کے اسے دیکھا۔

''مالا تم ہمارے ساتھ چل رہی ہو یا نہیں؟''

''میں نے کیا کرنا ہے شادی میں جا کے۔ تم لوگ جاؤ۔ مزے کرو۔'' وہ اپنے ازلی ٹھنڈے انداز میں بولی اور اسکرین کی طرف متوجہ ہو گئی۔ ماہی کے ابرو سوچنے والے انداز میں اکٹھے ہوئے۔ وہ اس کے بیڈ کے قریب آئی اور کندھے کے اوپر سے لیپ ٹاپ اسکرین کو دیکھا۔

''تم کیا کر رہی ہو؟''

''وہ میرا کلاس فیلو ہے نا' ظہیر... اس نے مجھے اپنا بزنس پلان بھیجا ہے۔''

''مگر تم نے تو اس کے ساتھ کام کرنے سے انکار کر دیا تھا۔''

''ہاں بابا... میں نہیں کر رہی اس کے ساتھ کام۔ میں صرف اس کا پلان دیکھ کے سوچ رہی ہوں کہ اگر میں اس کھنڈر عمارت کی مالک ہوتی' جسے وہ ریستوران میں تبدیل کرنا چاہتا ہے' تو میں کیا کرتی۔'' وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے پین تھوڑی پہ رکھے کہہ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایکسائٹمنٹ بھری چمک تھی۔ ماہی ہلکی سی مسکرائی۔

''میں بتاتی ہوں۔ کیا کرو۔ اس عمارت کو نئے سرے سے رینوویٹ کرو۔ ڈیکور کرو۔ اور اس کا نقشہ ہی بدل دو۔ میں جس دن عباد کے ساتھ کینیڈا شفٹ ہوئی نا' میں نے اس کے بوسیدہ اپارٹمنٹ کو تبدیل کر دینا ہے۔''

ماہی اور ماہی کے اپنا گھر سجانے کے خواب۔

''میری بہن صرف رینوویشن کرنے سے ریستوران کامیاب نہیں ہو جاتے۔ ہر تبدیلی کی کوئی کہانی ہوتی ہے۔''

''اور اگر نہ ہوئی؟''

''تو کہانی بنانی پڑتی ہے۔ اچھا بزنس مین وہ ہوتا ہے جو اس کہانی کو بیچنے کا فن جانتا ہو۔'' پھر اسکرین کو دیکھا۔ ''ایک آئیڈیا ہے میرے ذہن میں... لیکن...''

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''لیکن تم اس ظہیر کو فری میں آئیڈیا نہیں دو گی۔ مجھے ناوہ بڑا دو نمبر لگتا ہے ویسے۔''

مالا نے مسکرا کے اسے دیکھا اور افسوس سے سر دائیں بائیں ہلایا۔ ''تم جا کے شادی کا زردہ کھاؤ۔ جاؤ۔''

ماہی نے ہونہہ کہہ کے بال جھٹکے اور باہر نکل آئی۔

''آپ کی شہزادی کو کوئی نیا بزنس آئیڈیا سوجھا ہوا ہے' وہ نہیں آ رہی۔'' ماں کے سامنے آ کے اس نے لائنز اٹھایا اور پھر وارننگ دی۔

''اگر اب آپ نے آنکھیں کھولیں تو اللہ کی قسم چہرے پہ ایسے نقش و نگار بناؤں گی کہ کبیرہ تائی کا دل خوش ہو جائے گا۔''

ماں نے جھک کے اپنی چپل اتاری تو اس نے جلدی سے ان کا ہاتھ پکڑا۔

''اچھا اچھا... لگا رہی ہوں۔''

بدقت لائنز والا مرحلہ مکمل ہوا۔ ماں نے فوراً سے آنکھیں کھول لیں اور اسے اپنے سر سے ٹلنے کا اشارہ کیا۔ پھر پرس سے اپنی اکلوتی لپ اسٹک نکالی اور چھوٹے آئینے کو ہاتھ میں پکڑے لپ اسٹک لگانے لگیں۔ حورِ جہاں بیگم کا میک اپ بس اتنا ہی ہوتا تھا۔

''ویسے میں اگلے ہفتے امریکہ جا رہی ہوں۔ پیچھے آپ کا مالا کے ساتھ گزارا کیسے ہوگا؟ وہ سارا دن کتابوں میں سر دیے کمرے میں بیٹھی رہے گی۔ آپ تو بور ہو جائیں گی۔'' وہ واقعی فکر مند تھی۔

ماں نے ناک سے مکھی اڑائی۔

''تیری ماں کو فرق نہیں پڑتا۔ شاباش میرے کانٹے لا۔''

''رکھے تو ہیں سامنے۔''

''یہ پرپل والے؟''

''اُف ماں۔ یہ پرپل نہیں ہے۔ لائی لیک (کاسنی) ہے۔ آپ مجھے آج بتا ہی دیں۔ آپ کلر بلائنڈ تو نہیں ہیں۔'' ماہی نے ماتھے کو چھوا۔ ماں نے ساتھ رکھا پرس زور سے اس کی طرف دے مارا۔ اس نے بروقت سر پیچھے کر لیا اور ہنستے ہوئے بولی۔

''سوچ رہی ہوں امریکہ سے آپ کے لیے نظر تیز کرنے کی دوا لاؤں۔''

سیڑھیوں سے نیچے آتے معید نے اس کا آخری فقرہ سن لیا تھا۔

www.facebook.com/nemrahahmedofficial

''بس ماہی کو آج کل بہانہ چاہیے بار بار ہمیں یاد کروانے کا کہ وہ امریکہ جا رہی ہے۔ پینڈو چلے ہیں نیویارک۔''

اور اس بات پہ ماہ بینہ مبین کے سر پہ لگی' تلووں پہ بجھی۔

''اپنے سسرال میں ایک شادی اٹینڈ کرنے جا رہی ہوں۔ پہلی بہو ہوں خاندان کی۔ سب میرے آگے پیچھے ہوں گے۔''

''ہاں... جوتے لے کر۔''

وہ ہنسا تو ماہی نے غصے سے اسے دیکھا۔

''تم جیسوں کو میں نے امریکہ جا کے شاپنگ کے وقت بالکل یاد نہیں رکھنا۔''

''اوقات تو تمہاری ون ڈالر اسٹور والی ہے۔ وہیں سے دو ڈالرز کے شیمپو اٹھالاؤ گی ہمارے سارے امریکی رشتے داروں کی طرح۔'' وہ اسے چڑانے سے باز نہیں آیا تھا۔ ''اور تم کوئی ساری عمر کے لیے نہیں جا رہی۔ دو ماہ کے لیے جا رہی ہو۔ واپس تمہیں ہمارے پاس ہی آنا ہے۔''

پھر اس نے غور سے ماں بہن کی تیاری دیکھی۔

''آپ دونوں دلہنیں بن کے کہاں جا رہی ہیں؟''

''بخت بی کی بیٹی کی شادی میں۔''

''چلو جی... غریب لوگوں کی شادی ہے' اتنا ڈریس اپ کیوں ہو رہی ہیں جیسے....''

لیکن حورِ جہاں اور ان کی بیٹی نے معید کو فقرہ مکمل نہیں کرنے دیا۔ دونوں کے چہرے سرخ ہوئے اور آستینیں چڑھالی گئیں۔

''کوئی امیر غریب نہیں ہوتا۔ خوشی سب کی برابر ہوتی ہے۔''

''دل سے شرکت کرنی چاہیے۔ آئندہ یہ بات نہ کہنا۔''

دونوں ایک ساتھ اس پہ حملہ آور ہوئی تھیں۔ معید نے جلدی سے ہاتھ کھڑے کر دیے۔

''اوہو... میں تو ایسے ہی کہہ رہا تھا۔ جائیں جائیں فیشن شو میں۔ مجھے کیا۔''

دونوں ماں بیٹی نے ہونہہ کہہ کے اسے گھورا اور واپس اپنی تیاریوں میں مگن ہو گئیں۔ جیسے ابھی کسر رہ گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد باہر سے آتی آوازیں بند ہو گئیں۔ ماہی اور ماں جا چکی تھیں۔ مالا نے لیپ ٹاپ رکھا اور گردن

www.facebook.com/nemrahahmed.official

دائیں بائیں اسٹریچ کی۔ جیسے تھک گئی ہو۔ پھر بستر سے اتری اور سلیپرز پیروں میں گھسیڑے۔ وہ سادہ لمبے کرتے اور جینز میں ملبوس تھی۔ گردن میں کسی دوسرے سوٹ کا دوپٹہ مفلر کی طرح ڈالا ہوا تھا۔ چہرہ میک اپ سے خالی تھا اور بال شاید صبح کے بعد برش نہیں کیے تھے۔ پونی اٹھاتے ہوئے وہ باہر نکلی اور چھوٹے بال دوسرے ہاتھ میں اکٹھے کیے۔ پھر پونی ان پہ کس کے لپیٹتے ہوئے کچن میں آئی۔

سنک کے اوپر بنی کھڑکی سے باہر پودوں کی کٹنگ کرتی صغریٰ دکھائی دے رہی تھی۔ وہ وہیں کاؤنٹر کے ساتھ اونچے اسٹول پہ بیٹھ گئی۔ تھوڑی مٹھی پہ جمائی اور باہر نظر آتے لہلاتے پودوں کو دیکھنے لگی۔

ماں نے بھی کیا کیا شوق پال رکھے تھے۔ سارے گھر کو پودوں سے بھر رکھا تھا۔ نہ جانے انہیں کیا ملتا تھا ان کا اتنا خیال رکھ کے۔ مالا کو تو ان سب میں فرق کرنا بھی نہیں آتا تھا۔

سبزے کو دیکھتے ہوئے اس نے لمحے بھر کے لیے آنکھیں بند کیں۔ جیسے ہی بصارت اندھیر ہوئی' ذہن کے پردے پہ بہت سے واقعات ابھرنے لگے۔

ابھی کچھ دن پہلے کی ہی بات ہے۔ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہوئے اس کے کلاس فیلوز کا گروپ لنچ پہ اکٹھا تھا۔ سب کھانا ڈالنے کے لیے اٹھ اٹھ کے بفے ٹیبل کی طرف جا رہے تھے۔ وہ بھی جانے کے لیے کھڑی ہوئی لیکن ظہیر نے اسے روکا۔

''مالا... تم سے ایک بات کرنی ہے۔''

ظہیر اس زمانے میں کافی دبلا پتلا ہوا کرتا تھا۔ امیر باپ کا بیٹا تھا اور سب کو معلوم تھا کہ اس کا مستقبل روشن ہے۔ اسے دوسرے انٹرپرونیئرز کی طرح Scratch سے شروع نہیں کرنا پڑے گا۔ وہ واپس اسلام آباد جائے گا اور اپنے باپ کا پھیلا ہوا کاروبار سنبھالے گا۔

''کیا بات ہے؟'' اس نے تعجب سے ظہیر کو دیکھا۔ ریستوران کی زرد روشنیوں میں اس کا ایکنی زدہ چہرہ گلابی لگ رہا تھا۔ وہ چھوٹے بالوں کو ہاف کیچر میں باندھے ہوئے تھی۔ اور سادہ سبز آنکھیں سوالیہ انداز میں ظہیر پہ جمی تھیں۔ جینز کے اوپر لمبا کرتا' گردن میں لپٹا رنگ برنگا اسکارف' پیروں میں پہنے فلیٹ جوتے... میک اپ یا جیولری کا نام و نشان تک نہ تھا۔

''میرے ابو نے اسلام آباد میں ایک پرانا ریستوران خریدا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ میں اس کو رینوویٹ کر کے چالو کروں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ تم اس پہ میرے ساتھ پارٹنر شپ کر لو۔''

www.facebook.com/nemrahahmedofficial

''میں؟'' مالا نے اچھنبے سے سینے پہ انگلی رکھی۔ ''مگر مجھے تو ریستوران مینیجمنٹ کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔''

''تم ذہین ہو۔ پھر تمہیں ہمیشہ نئے آئیڈیاز آتے ہیں۔ اتنے سال سے گروپ پراجیکٹس میں دیکھ رہا ہوں۔'' وہ دبی آواز میں کہہ رہا تھا۔ ساتھ ہی احتیاط سے ادھر ادھر بھی دیکھ لیتا۔ دوسرے کلاس فیلوز دور بفے ٹیبل کے گرد کھڑے تھے۔ یقیناً ظہیر ابھی اپنے ارادے کسی کے ساتھ شیئر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''ابو جس طرح کا ریستوران بنانا چاہتے ہیں' ایسے ریستوران اسلام آباد میں بہت ہیں۔ مجھے کچھ مختلف کرنا ہے۔ تم میرا ساتھ دو تو...''

''لیکن میں لاہور سے کیسے کام کروں گی۔''

''اسلام آباد شفٹ ہو جاؤ۔''

''نہیں ظہیر۔'' اس نے نرمی سے معذرت کی۔ ''میری ماں یہاں ہیں۔ پھر ماہی کی بھی شادی ہو چکی ہے۔ میں گھر نہیں چھوڑ سکتی...'' وہ رکی۔ کیا اسے ظہیر کو دوسری وجہ بتا دینی چاہیے۔ شاید ابھی نہیں۔

''تم مجھے اس پلان سے باہر ہی سمجھو۔'' اس کا جواب حتمی تھا۔ ظہیر کو حیرت بھی ہوئی اور مایوسی بھی۔

''سوچ کے جواب دینا یار۔ تمہارا کیریئر بن جائے گا۔''

اس نے مسکرا کے سر دائیں بائیں ہلایا۔

''میرا جواب یہی رہے گا۔ میں لاہور نہیں چھوڑ سکتی۔''

وہ منظر ہوا میں تحلیل ہو گیا۔ مالا نے آنکھیں کھولیں۔ کھڑکی کے اس پار دکھائی دیتے پودوں کے پتے ہوا سے جھوم رہے تھے۔ وہ مسکرا دی۔ لیکن یہ مسکراہٹ کہاں سے آئی تھی؟

اس نے پھر سے آنکھیں بند کیں۔ اور اس اصل وجہ کو یاد کیا جو وہ اس دن ظہیر کو نہیں بتا سکی تھی۔

بند آنکھوں کے پیچھے ایک منظر بننے لگا۔

ماہی اور مالا بستر پہ ساتھ ساتھ پیر اوپر کیے بیٹھی تھیں اور ماں ان کے سامنے تھیں۔ ایک ٹانگ موڑے۔ ایک کو لمبی کیے۔ دوپٹہ سر پہ جما کے کانوں کے پیچھے اڑسے۔ درمیان میں مونگ پھلی کی ٹرے رکھی تھی۔ ماں مونگ پھلی کو انگوٹھے اور انگلی سے توڑتیں' اندر سے دانہ نکالتیں' ایک خود منہ میں ڈالتیں اور دوسرا بیٹیوں کو پکڑاتیں۔ حالانکہ وہ اپنی اپنی مونگ پھلی خود بھی نکال رہی تھیں۔ ماہی تو دانتوں سے توڑتی جاتی تھی۔ مالا کی رفتار البتہ سست تھی۔ وہ غور سے ماں کی بات سن رہی تھی۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''میں نے ثمرین آپا سے سوچنے کے لیے وقت مانگا ہے۔'' سر جھکا کے مونگ پھلی کو چھلکے سے علیحدہ کرتے ہوئے ماں کے چہرے پہ مطمئن سی مسکراہٹ تھی۔ ''اب تم بتاؤ' مالا۔ سہیل کا اپنا بزنس ہے۔ خوش شکل ہے۔ شریف اور خاندانی بھی ہے۔''

''سب سے بڑی بات ٹریول بہت کرتا ہے۔ کبھی اس ملک جا رہا ہے اور کبھی اس ملک۔'' ماہی نے چہک کے لقمہ دیا۔ سفر کرنے کی شوقین ماہی جو پہلے ہی امریکہ جانے پہ پھولے نہیں سما رہی تھی' اس کی خوشی دوگنی ہو گئی تھی۔ مالا نے اسے کہنی ماری۔

''تم چپ کرو۔'' اسے ٹوک کے سنجیدگی سے ماں کو دیکھا۔ ''آپ نے ثمرین آنٹی کو بتایا ہے نا کہ میں شادی کے بعد بھی فری لانس آرٹسٹ کے طور پہ کام کرنا چاہتی ہوں۔''

''ہاں بیٹے۔ ان کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ثمرین چاہتی ہے کہ سہیل کو ہمارے گھر لے آئے تاکہ ہم سب اس سے اور وہ ہم سے مل لے۔ میں نے تو اسے اس کے بچپن میں ہی آخری دفعہ دیکھا تھا۔''

''مگر میں نے اسے انسٹاگرام پہ اچھا خاصا اسٹاک کر لیا ہے۔'' ماہی نے مسکرا کے پلکیں جھپکائیں تو مالا بے اختیار ہنس دی۔ ماں نے بھی آہ بھر کے اسے دیکھا۔

''تم نہیں سدھرو گی۔''

''سچی بات ہے' میں تو بہت امپریسڈ ہوئی ہوں۔ اتنا امیر' اوپر سے ہینڈسم' اور پھر ملک ملک پھرنے والا بندہ مل رہا ہے۔ اور مالا کو بھی دنیا گھومنے کا شوق ہے۔ بس میری طرح وہ اس کا اعلان نہیں کرتی' ہاں۔''

ماں نے مونگ پھلی توڑ کے بڑھائی اور ماہی نے اس سے پہلے ہی اُچک لی۔ وہ ایک دفعہ پھر ہنس دی۔ اس کا جواب اس کی ہنسی میں چھپا تھا۔

''اگر آپ کو ٹھیک لگتا ہے تو آپ ان کو بلا لیں۔ ثمرین آنٹی کے بیٹے کی تصویر تو میں نے دیکھ رکھی ہے۔ اچھا ہے ملاقات بھی ہو جائے۔'' وہ بظاہر سنجیدگی سے کہہ رہی تھی لیکن چہرے پہ خوشی کی ایک انوکھی رمق تھی۔

ماں اس کو دعا دے کر اٹھ گئیں۔ کپڑے جھاڑے۔ پھر افسوس سے فرش پہ گرے چھلکوں کو دیکھا جو یقیناً ماہی کے ہاتھوں سے پھسل رہے تھے۔

''امریکہ جا کے یہ حرکتیں نہ کرنا۔ ناک کٹواؤ گی میرا۔''

اسی لمحے معید نے چوکھٹ سے اندر جھانکا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''اس عمر میں رائینو پلاسٹی (ناک کی سرجری) کروا کے آپ کیا کریں گی' حورِ جہاں بیگم؟''

بہت ہی افسوس سے پوچھا۔ ماں نے خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورا۔

''آمیر ابیٹا... ذرا اندر آ... میں تیری ڈاکٹری نکالتی ہوں۔''

''ڈاکٹری سے یاد آیا.... معید تم ڈرما (امراض جلد) میں اسپیشلائزیشن کیوں نہیں کر لیتے؟ میری ایکنی کا علاج مفت میں ہو جائے گا۔'' وہ مونگ پھلی توڑتے ہوئے مزے سے بولی تو معید نے ٹھنڈی سانس لی۔

''ہاں سوچ رہا ہوں ڈرما میں چلا جاؤں۔ اس کا مریض نہ مرتا ہے نہ ٹھیک ہوتا ہے۔ پیسہ ہی پیسہ ہو گا۔''

ماں کو جوتے یا ہینگر کی تلاش میں آگے پیچھے مڑتے دیکھ کے وہ وہاں سے کھسک گیا۔ وہ اس کے پیچھے چلی گئیں۔ جیسے ہی دروازہ بند ہوا ماہی جھٹ سے اس کی طرف پلٹی۔ بہت سی مونگ پھلی اچھل کے لحاف پہ گری۔

''اف مالا.... وہ اتنا شاندار بندہ ہے۔ میں تو ابھی سے تمہاری شادی کے لیے ایکسائیٹڈ ہو گئی ہوں۔''

وہ جواباً دھیرے سے ہنس دی۔

''تھوڑی سی ایکسائٹڈ تو میں بھی ہوں۔''

''ہے نا۔ دیکھو کتنا اچھا ہو گیا۔ ادھر تم نے پڑھائی مکمل کی' ادھر اتنا اچھا رشتہ مل گیا۔''

''اور سب سے بڑی بات... وہ ٹریول کا شوقین ہے۔'' وہ دونوں اس بات پہ ایک ساتھ ہنس دیں۔ پھر مالا نے چہرہ موڑا تو سامنے رکھی سنگھار میز کے آئینے میں اپنا عکس نظر آیا۔

''بس اب میں اس ایکنی کا باقاعدہ علاج کرواؤں گی۔'' گردن دائیں بائیں گھما کے اپنے گال دیکھے۔ معید درست کہتا تھا۔ ڈرما کے مریض کے چکر ہر ماہ لگتے ہیں۔ اور ماں ہر ماہ ایک بڑی رقم اس کے علاج کے لیے نہیں نکال سکتی تھیں۔ شاید نکال بھی لیتیں اگر وہ اصرار کرتی۔ مگر وہ ماں پہ کبھی بوجھ نہیں ڈالتی تھی۔ البتہ اب شادی ہونی تھی تو یہ کروانا لازم تھا۔ جہیز کے دوسرے خرچوں میں ان کا خرچہ بھی نکل آئے گا۔

اس نے آنکھیں کھولیں۔ وہ ابھی تک کچن کاؤنٹر پہ بیٹھی تھی اور سامنے کھڑکی کے اس پار ملازمہ پودوں کو پانی دیتی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ مسکرا دی۔

دوسری بہت سی لڑکیوں کی طرح کشمالہ نے بھی اپنے بہت سے خواب اور نا تمام حسرتیں شادی کے لیے بچا کے رکھی ہوئی تھیں۔ شادی ہو گی تو میں یہ کروں گی۔ کیونکہ شادی خوشی کا دوسرا نام تھا۔ اور وہ واقعی خوش تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

یہ ایک کچا پکا سا مکان تھا جس کے کمرے ایک قطار میں بنے تھے۔ صحن میں قناتیں لگی تھیں۔ ایک کونے میں تختے رکھ کے اسٹیج بنایا گیا تھا جس پہ بھڑکیلے نارنجی اور سرخ لباس والی دلہن' پیلے سونے کا زیور پہنے بیٹھی تھی۔ دوسرے کونے میں ایک موڑھے پہ بیٹھی دبنگ سی عورت دیگ پہ جھکی' چھوٹی پلیٹ سے چاول نکال نکال کے ڈشز میں ڈال رہی تھی۔ اس کی شلوار پہ گھٹنے کے قریب دیگ کی کالک لگ چکی تھی لیکن وہ اس سے بے نیاز تھی۔ بس کھانا پورا ہو جائے۔ جیسے ہی وہ ایک ڈش بھرتی' ساتھ کھڑی کوئی لڑکی اسے اچکتی اور بھاگ کے مہمانوں کے سامنے جا کے رکھ آتی۔

یہ ایک سادہ سی شادی کا منظر تھا۔

صحن میں چارپائیاں بھی تھی اور ٹینٹ سروس کی سرخ کرسیاں بھی۔ شادی میں شریک قریباً سب ہی عورتیں ایک جیسی تھیں۔ چم چم کرتا لباس۔ گہری لپ اسٹک اور لائنر۔ پیلا زیور۔ سوائے حورِ جہاں اور ماہی کے۔ وہی دونوں اپنے کامدار لباس اور اسٹائل کی وجہ سے ان سب سے ممتاز تھیں۔

حورِ جہاں بیگم ایک چارپائی پہ بیٹھی تھیں۔ ایک ٹانگ موڑے' ایک سیدھی لمبی کیے۔ بخت بی نے بہت کہا کہ وہ ان کے لیے ہمسائیوں کی بہو کے جہیز کا صوفہ منگوا دیتی ہے لیکن حورِ جہاں نے سختی سے منع کر دیا۔

''بس کرو بختو۔ ساری عمر چارسدہ میں چارپائیوں پہ بیٹھے ہیں ہم۔ اس میں کیا ہے۔'' اور آرام سے اسی پہ تکیے کے سہارے بیٹھ گئیں۔ ماہی بھی ساتھ ہی ٹک گئی۔ یہ بخت بی کی تیسری بیٹی کی شادی تھی اور ماہی نے ان کی ہر شادی میں شرکت کی تھی۔ اس لیے وہ سب کو پہچانتی تھی۔ سب رشتے داران ہی کے گرد جمع تھے۔

''تم بخت بی کی بھانجی ہو نا۔ زلیخا۔'' ماہی ایک ایک کو نام سے پکار کے پوچھ رہی تھی۔ ''اور یہ چھوٹی کوثر کتنی بڑی ہو گئی ہے۔ اوئے... تم اسکول جاتی ہو یا سارا دن گھر میں اپنی ماں کا سر کھاتی ہو؟''

آنکھیں نکال کے اسے گھورا۔ سب نے قہقہہ لگایا۔

''اور تم نے بڑا وزن کم کیا ہوا ہے سکینہ۔ لگتا ہے تمہارے حصے کا کھانا تمہاری ساس کھا جاتی ہیں۔'' ماہی نے شرارتی آنکھوں سے دیگ سے کھانا ڈالتی عورت کی طرف اشارہ کیا تو ساری لڑکیاں کھلکھلا کے ہنس دیں۔ ماں نے اس کو چٹکی کاٹی۔

''بری بات۔ کسی کے وزن کا مذاق نہیں اڑاتے۔''

''اچھا... آپ کے وزن کا اڑا سکتے ہیں؟'' ماہی نے پلکیں جھپکائیں۔ ماں اونہوں کر کے بخت بی کی طرف

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

متوجہ ہو گئیں۔

''لڑکا کماتا بھی ہے یا ایسے ہی رشتہ کر دیا ہے' بختو؟''

''نہیں نہیں۔ کماتا ہے۔ اپنی موبائلوں کی دکان ہے۔ بس اللہ بیٹیوں کے نصیب اچھے کرے۔''

''اللہ اچھے نصیب ہی بناتا ہے۔ کچھ خود بھی آواز اٹھانی پڑتی ہے۔'' ماں سنجیدگی سے بولیں۔

کسی نے ٹینٹ سروس والوں کی پلاسٹک کی پلیٹیں سامنے لا کے رکھیں۔ کوئی برف اور پانی سے بھرا اسٹیل کا جگ لے آیا۔ پھر چھوٹے سلیم نے پلاسٹک کا سفید ڈونگا سامنے لگایا۔ بہت پتلی اور خوب لمبی چوڑی روٹیاں بھی آ گئیں۔ کھانے میں مرغی کا سالن تھا جس میں بہت سا تیل تیر رہا تھا۔ مگر ماہی جانتی تھی کہ پتلی روٹی اور یہ مصالحے دار سالن بہت مزیدار ہو گا۔

''تمہاری بڑی بیٹی نہیں نظر آ رہی۔'' ماں نے غور سے اطراف میں دیکھ کے سوال کیا۔ بخت بی نے سر جھکا دیا۔

''اس کے بندے نے نہیں آنے دیا۔''

''کہا بھی تھا اس نکٹھو کو نہ دو رشتہ۔ مگر تم نے میری ایک نہیں سنی۔'' ماں سخت برہم ہوئیں۔ ''تاباں سے کہو گھر آ جائے۔ بلکہ میرے پاس آ جائے۔ اس کی ماریں نہ کھاتی رہے۔''

''وہ تاباں کو ابھی تک مارتا ہے؟'' سالن ڈالتی ماہی کا ہاتھ رک گیا۔ ''پچھلی دفعہ جب وہ منا کے اسے گھر لے کر گیا تھا تو نہ مارنے کی قسم اٹھائی تھی۔''

ماں نے گہری سانس بھری۔ ''بدزبان بیوی' اور تشدد کرنے والا شوہر.... یہ کبھی نہیں بدلتے۔ ان کو بدلنا پڑتا ہے۔''

ماہی کو بات سمجھنے میں چند منٹ لگے۔

''باجی... تین بچوں کے بعد اسے کیسے چھوڑے؟ غریب عورت کی تو قسمت میں ہی مار کھانا ہے۔''

''بیٹی غریب کی ہو یا امیر کی' جب تک اپنے لیے آواز نہیں اٹھائے گی' ماریں ہی کھائے گی۔''

''نہیں ماں۔ امیر عورت کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ وہ کھڑے کھڑے شوہر کو گھر سے نکال دیتی ہیں۔ امیروں کے سہی مزے ہیں۔'' پھر ساتھ بیٹھی لڑکیوں کو دیکھ کے تبصرہ کیا۔ ''اسی لیے مجھے امیر لوگ زہر لگتے ہیں۔''

لڑکیاں پھر سے کھلکھلا دیں۔ ''آپ خود بھی تو امیر ہو باجی۔'' وہ سب بہت ستائش سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

''دانت نہ نکالو۔ تمہارے لیے میں امیر ہوں۔ مجھ سے پوچھو...'' اس نے آہ بھری۔ ''میرے شوہر نے میرے

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

لیے امریکہ کا ٹکٹ بھیجا لیکن اکانومی کلاس۔ یعنی... ''الفاظ تلاش کیے۔ ''سب سے سستی سیٹ کا ٹکٹ بھیجا۔ تین جہاز بدل کے امریکہ پہنچیں گی پیسے بچانے کے لیے۔ اتنا نہیں ہوا اس سے کہ مہنگی سیٹ کا ٹکٹ بھیج دیتا۔''

اسے وہی قلق کب سے کھائے جا رہا تھا۔ کنجوس عباد۔ اس کا تیسرا مہینہ چل رہا تھا۔ کیا تھا اگر وہ بزنس کلاس کا ٹکٹ بھیج دیتا۔ لیکن نہیں۔ کنجوس نہ ہو تو۔

''باجی سارا جہاز ایک ساتھ ہی امریکہ جانا ہے۔ سیٹ مہنگی ہو یا سستی۔''

کسی نے لقمہ دیا اور سب پھر سے ہنس دیے۔

''مالا باجی نہیں آئیں؟'' سلیم نے منہ بسور کے پوچھا۔

''بیٹے ان کو کچھ کام تھا۔'' ماں نے پیار سے اسے دیکھا۔ وہ اس زمانے میں ایک کم عمر چھوٹا سا لڑکا ہوا کرتا تھا۔

''مالا باجی کبھی نہیں آتیں۔ ان کو ہمیشہ کام ہوتا ہے۔'' سلیم مزید خفا ہوا۔

کھانا کھاتے ہی ماہی چارپائی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''چلو شاباش۔ ڈھولک لاؤ۔ کوئی گانا شانا گاؤ۔ میں چلی گئی نا تو مجھے یاد کرو گے تم لوگ۔''

وہ ان لوگوں کی شادیوں میں ہمیشہ ڈھولک منگوا کے ان کے ساتھ ٹپے گایا کرتی تھی۔ پل بھر میں نیچے سرخ قالین پہ سب کی محفل لگ گئی۔ ایک لڑکی ڈھولک لے کر بیٹھ گئی۔ اور ماہی خود بھی اپنے جوتے اتار کے اسی قالین پہ بیٹھ گئی جہاں ابھی بہت سے لوگ جوتوں کے ساتھ چلے تھے۔ گانوں اور ٹپوں کی آوازیں گونجنے لگیں اور وہ ہنستے ہوئے ان کے ساتھ سر سے سر ملانے لگی۔ غریب کے ساتھ غریب بن جانا اس نے اپنی ماں سے سیکھا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قاسم فرید کے گھر کا لونگ روم اس شام موم بتیوں اور فانوسوں کی زرد روشنیوں سے روشن تھا۔ باوردی ملازم آگے پیچھے پھرتے سرو کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ سیاہ لباس میں موجود بہت سے مرد اور خواتین باری باری اندر آ رہے تھے۔

وہ دونوں بھائی دروازے پہ کھڑے تھے۔ بیربل گھنگھریالے لمبے بالوں کی پونی بنائے' سر جھکائے افسردہ سا کھڑا تھا۔ آنے والوں کو بس سر کے اثبات سے جواب دیتا۔

اس کے ساتھ کھڑے ماہر کا چہرہ بے تاثر تھا۔ سفید شرٹ کے سیاہ تھری پیس پہنے' فرنٹ پاکٹ میں ننھا سفید گلاب لگائے' بال جیل سے سمیٹے وہ کسی روبوٹ کی طرح کھڑا تھا۔ وہ تعزیت کرنے والوں کو محض سر کے خم سے

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

جواب دے رہا تھا۔

مالک البتہ جھک کے سب سے مصافحہ کرتا' ان کا شکریہ ادا کرتا اور انہیں ہاتھ کے اشارے سے اندر کی طرف بڑھ جانے کا اشارہ کرتا۔ مہماں دروازے پہ کھڑے گھر کے تین مردوں سے مل کے اندر چلے آرہے تھے جہاں زارینہ ان کا استقبال کرتی۔

وہ سیاہ اسکرٹ بلاؤز میں ملبوس تھی۔ بال سیاہ جالی دار اسکارف سے ڈھکے تھے۔ اس کی سیاہ اسٹائیلیٹو ہیلز کی ٹھک ٹھک مہمانوں کی سرگوشیوں سے بلند تھی۔ وہ ملازمین کو ہدایات دیتے ہوئے تمام انتظامات سنبھالے ہوئے تھی۔ اس کی دونوں بڑی بہنیں بھی اپنے شوہروں کے ساتھ موجود تھیں۔

ماہر فون پہ کچھ دیکھ رہا تھا جب مالک نے قریب ہو کے سرگوشی کی۔

''ماہر... کوئی تماشہ مت کرنا۔''

ماہر چونکا۔ ناسمجھی سے اسے دیکھا۔ اور پھر سامنے۔

ایک دم جسم کے سارے اعصاب تن گئے۔ موبائل والا ہاتھ پہلو میں جا گرا۔

سامنے سے وہ تینوں چلے آرہے تھے۔ شمس' رابیل اور رابیل کی انگلی تھامے ایک چھوٹی سی بچی جس نے سر پہ سیاہ ہیٹ ترچھا کر کے رکھا ہوا تھا۔

''ماہر پلیز اپنا غصہ کنٹرول کرنا۔ اپنے باپ کی بے عزتی مت کروانا۔ آج نہیں۔'' مالک نے دبی دبی سی سرگوشی کی۔

وہ بند ہونٹوں سے سانس لیتا' گھورتی نظروں سے ان تینوں کو دیکھتا رہا۔ بچی سر جھکائے ہوئے تھی۔ ہیٹ کے باعث وہ اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ نہ وہ دیکھنا چاہتا تھا۔

اس نے کنکھیوں سے دیکھا... بیربل کا چہرہ کھل اٹھا ہے۔ وہ تیزی سے ان کے قریب گیا۔ رک کے شمس سے ہاتھ ملایا۔ شمس اس سے افسوس کرنے لگا۔ پھر وہ اپنی ماں سے گلے ملا۔ رابیل سیاہ لباس پہنے ہوئے تھی۔ سر پہ سیاہ سلک کا اسکارف تھا۔ کانوں میں ننھے ہیرے تھے۔ بیربل سے گلے ملتے ہوئے اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ آنسو آنکھوں سے ٹپک ٹپک کے گرتے بیربل کے کندھے میں جذب ہونے لگے۔ ماہر فرید کو ان آنسوؤں سے اب فرق نہیں پڑتا تھا۔ وہ بیربل کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ماں سے مل کے اب اس بچی کے قدموں میں جھکا بیٹھا تھا۔ اسے گلے سے لگا کے پیار کر رہا تھا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

بس۔ وہ اس سے زیادہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ بہت سے جذبات ابل کے اندر سے باہر آنے کو بے تاب تھے۔ اس سے پہلے کہ اس کا ہاتھ کسی پہ اٹھ جائے' وہ تیزی سے پلٹا۔ اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ بہت سی گردنیں اس کی طرف مڑیں۔ کسی نے آواز بھی دی۔ لیکن وہ زینے پھلانگتا اوپر چلا آیا۔

اوپر خاموشی تھی۔ بالائی منزل کا لونگ روم ماہر کے زیرِ استعمال رہتا تھا۔ کھڑکی کے سامنے دو سیاہ ونگ چیئرز ایسے رکھی تھیں کہ ان کا رخ باہر کی جانب تھا۔ وہ ان کے درمیان میں آ کھڑا ہوا اور کھڑکی کے پٹ کھول دیے۔

ٹھنڈی ہوا تیزی سے اندر آئی۔ اس نے چند گہرے سانس لیے اور پھر ونگ چیئر پہ بیٹھتے ہوئے جیب سے وائیڈ چرچل کا پیک نکالا۔ اس کی انگلیاں کپکپا رہی تھیں۔ سگار لبوں میں دبا کے ذرا نم کیا۔ پھر لائٹر جلایا۔

دفعتاً ہیل کی ٹک ٹک سنائی دی۔ اس نے مڑ کے نہیں دیکھا۔ وہ سگار لبوں میں دبائے' گھماتے ہوئے اسے شعلہ دکھا رہا تھا۔

زارینہ آہستہ سے ساتھ والی ونگ چیئر پہ آ بیٹھی۔

''آج ان کو برداشت کر لو۔ پلیز۔''

ماہر نے چہرہ موڑ کے اسے دیکھا۔ جالی دار اسکارف کے ہالے میں اس کا نیوڈ میک اپ زدہ چہرہ فکرمند لگ رہا تھا۔ اس کی پلکیں آج کے مقابلے میں کافی کم اور ہونٹ بہت پتلے تھے۔

''صرف تم مجھے سمجھتی تھیں' زارا۔ اب تم بھی ایسے کہو گی۔'' اسے جیسے دکھ ہوا۔

''ہاں بالکل۔ میں تمہیں سمجھتی ہوں۔'' وہ جلدی سے بولی۔ ''تم اپنی جگہ بالکل درست ہو۔''

''ان کی جراءت دیکھو۔ میرے باپ کے گھر میں اس آدمی اور اس کی بیٹی کو لے کر آ گئی ہیں۔'' اس نے پیچھے ٹیک لگائی اور ٹانگ پہ ٹانگ جمائی۔ سگار کا کش بھرا۔ بہت سا دھواں لبوں سے باہر نکلا۔ اس کی مہک سگریٹ کے دھوئیں سے مختلف تھی۔ میٹھی اور فلیورڈ سی۔

''وہ بے شرم ہیں۔ اور کچھ نہیں۔ لیکن ساری سوسائٹی مدعو ہے' ماہر۔ بس تم آج کے دن ہلال کو برداشت کر لو۔''

''میں اس ہلال کو دیکھ نہیں سکتا اور تم کہتی ہو برداشت کرو۔'' وہ غصے سے اونچی آواز میں بولا۔

''Are you talking about me?''

سگار انگلیوں میں رہ گیا۔ دونوں نے چونک کے گردنیں موڑیں۔

وہ چوکھٹ میں کھڑی تھی۔ ماہر نے بس ایک نظر دیکھا۔ جیسے سیاہ فراک میں کوئی ہیولہ سا ہو۔ اور اس سے پہلے کہ

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

اس کی نگاہ ٹھہرتی' اس نے نگاہ ہی موڑ لی۔

''نکالو اس کو یہاں سے۔'' کوفت سے دبی آواز میں زارا کو مخاطب کیا۔

''ہلال... بچے... ماہر اَپ سیٹ ہے۔ ہم نیچے چلتے ہیں۔'' زارینہ زبردستی کی خوش اخلاقی سے کہتی اٹھی۔ ماہر کو کنکھیوں سے وہ جاتی دکھائی دی البتہ اسے دو آنکھیں اپنی پیٹھ پہ بہت واضح محسوس ہو رہی تھیں۔ سگار والا ہاتھ اب گھٹنے پہ رکھا تھا۔

''کیا آپ میرے بارے میں بات کر رہے تھے؟'' ہٹ دھرم' ناراض آواز۔ اور پھر چھوٹے قدموں کی آہٹ۔ اس نے کوفت سے پہلو بدلا۔ اسے محسوس ہوا تھا کہ وہ اس طرف آ رہی تھی۔ اس کے سر میں درد ہونے لگا۔ اور یکا یک وہ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ کھڑکی اور ماہر کی آنکھوں کے درمیان حائل ہو گئی۔ اس نے چہرہ موڑ لیا۔ وہ اس کو نہیں دیکھنا چاہتا۔

''کیا آپ میرے بارے میں بات کر رہے تھے؟''

''نہیں۔ تم جاؤ یہاں سے۔'' ماہر نے رخ اس کی طرف سے موڑ لیا۔ کنکھیوں سے وہ دیکھ سکتا تھا کہ وہ ہٹ دھرمی سے وہیں کھڑی ہے۔ زارا کو اس کی بہن آوازیں دے رہی تھی۔ کسی ملازم نے کسی مہمان پہ کچھ گرا دیا تھا۔ وہ اُف کرتی فوراً نیچے بھاگی۔

لونگ روم میں خاموشی چھا گئی۔ وہ ترچھا بیٹھا' کھڑکی سے باہر دیکھتا اس چھوٹے سے ہیولے کے جانے کا منتظر تھا۔

''کیا آپ میرے بارے میں بات کر رہے تھے؟'' اس نے چوتھی دفعہ اپنا سوال دہرایا۔

''نہیں۔ تم نیچے جاؤ۔'' وہ اب کے ضبط سے بولا اور سگار لبوں کے قریب کیا۔ کیا وہ ایک بچے کی موجودگی میں اسموک کر سکتا تھا؟ اس کے ہاتھ خود بخود نیچے گر گئے۔

''یہاں ہلال نام کا کوئی اور نہیں ہے۔'' وہ دھیرے سے ساتھ والی ونگ چیئر پہ آ بیٹھی۔ اس کے پیر زمین سے اونچے ہوا میں جھول رہے تھے۔

''کیا اس سگریٹ میں ڈرگز ہیں؟''

ماہر فرید نے چونک کے اس کی طرف چہرہ موڑا۔ بالکل ایک بے اختیار سی نظر اس پہ پڑی۔

وہ اس کو پہلی دفعہ نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس نے اسے پہلے بھی دیکھ رکھا تھا۔ تصویریوں میں۔ چند ایک دفعہ سامنے

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

بھی۔ جب وہ ماں کے پاس دستخط کروانے جاتا تھا۔ گزرتے ہوئے۔ لیکن نظر بھر کے کبھی نہ ڈالی تھی۔

دیکھنے کے باوجود نہیں دیکھا تھا۔

آج وہ پہلی دفعہ نگاہ میں آئی تھی۔ اور ٹھہر سی گئی تھی۔

وہ سفید اور گلابی رنگت والی ایک چھوٹی سی لڑکی تھی۔ چھے سال کی۔ اس نے بنا آستین کے سیاہ فراک پہن رکھا تھا۔ اس کے گھنگھریالے بال بہت لمبے اور شانوں پہ بکھرے تھے۔ آنکھیں بھوری تھیں اور ان کی پلکیں لانبی اور مڑی ہوئی تھیں۔ وہ انہی آنکھوں میں سوال لیے اسے دیکھ رہی تھی۔

وہ ان آنکھوں کو پہچانتا تھا۔ کئی برس سے وہ ان آنکھوں کو ہر روز آئینے میں دیکھتا تھا۔

''کیا؟'' لبوں سے آہستہ سے نکلا۔

''کیا آپ ڈرگز کرتے ہیں؟''

سگار والا ہاتھ صوفے کے ہتھ سے نیچے گر گیا۔

''نہیں... یہ... سگار ہے۔''

''پاپا کہتے ہیں' آپ ڈرگ ایڈکٹ ہے۔ کیا آپ ڈرگ ایڈکٹ ہیں؟'' اس نے آہستہ سے پوچھا۔ ساتھ ہی وہ ہاتھوں سے اپنے بال بار بار پیچھے کر رہی تھی۔

ایک لمحے کے لیے وہ کچھ بول نہیں سکا۔ بس یک ٹک اس کو دیکھے گیا۔ نیچے مہمانوں کی آتی آوازیں' فانوسوں کی روشنیاں' موم بتیوں کی مہک' سب غائب ہو گیا۔ بس وہ دونوں دو ونگ چیئرز پہ آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

''اور کیا کہتے ہیں تمہارے پاپا میرے بارے میں؟''

ہلال نے شانے اچکا دیے۔

''بس یہی۔'' پھر وہ رکی اور ابرو اکٹھے کر کے ناراضی سے اسے دیکھا۔

''کیا آپ میرے بارے میں بات کر رہے تھے؟'' وہ اپنا سوال نہیں بھولی تھی۔

''نہیں....'' بے اختیار نکلا۔ وہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ ابرو اکٹھے کرنے کے اس انداز کو بھی پہچانتا تھا۔

ہلال نے غور سے اسے دیکھا۔ اس دفعہ وہ اس کے نہیں سے مطمئن ہو گئی تھی۔ پھر گردن دائیں بائیں گھمائی۔ دیوار پہ ایک بڑا فوٹو فریم آویزاں تھا۔ اس میں قاسم فرید مسکرا رہے تھے۔

''کیا یہ بیربل کی طرح آپ کے بھی پاپا تھے۔''

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

اس کے پہلو میں ایک دم بہت سی تکلیف ہوئی۔ اس نے چہرہ موڑ لیا۔ کھڑکی سے نیچے لان میں لگی روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔

''وہ ہمیشہ مجھے کینڈی دیتے تھے۔ جب بھی میں یہاں آتی تھی۔''

وہ ایک دم چونکا۔ بے یقینی سے اسے دیکھا۔ پھر دماغ نے فوراً سے اس کی بات کو ڈی کوڈ کیا۔ وہ یقیناً اس کی غیر موجودگی میں بیربل کے ساتھ آتی ہوگی۔ اس کے اعلیٰ ظرف باپ نے کبھی اس کو گھر آنے سے نہیں روکا تھا۔ پہلو کی تکلیف بڑھتی جا رہی تھی۔

''کیا آپ اس لیے اَپ سیٹ ہیں کیونکہ آپ کے پاپا چلے گئے ہیں؟'' وہ اب ہمدردی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

وہ اسی طرح باہر دیکھتا رہا۔ وہ اس کو مزید نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔

''جاؤ یہاں سے۔'' اب کے وہ دھیرے سے بولا۔

''مگر نیچے بیربل ہے اور وہ مجھے تنگ کرتا ہے۔'' وہ ونگ چیئر پہ پیچھے ہو کے آرام سے بیٹھی تھی۔

اس نے جواب نہیں دیا۔ لیکن وہ اس کی بات سن رہا تھا۔

''وہ مجھے کہتا ہے میرے بال بہت لمبے ہیں۔ وہ انہیں کاٹ دے گا۔'' اس کا لہجہ روہانسا سا تھا۔

ماہر نے نظریں موڑیں۔ اس کے لمبے گھنگریالے بالوں کو دیکھا۔ کہا کچھ نہیں۔

ہیلدر کی آواز زینوں سے اوپر آتی سنائی دی اور پھر زارا کی کوفت بھری پکار۔

''ہلال... کیوں ماہر کو تنگ کر رہی ہو؟ چلو نیچے۔'' اب کے ذرا ڈپٹ کے بولی تھی۔ ماہر نے پہلو بدلا۔ کچھ تھا جو اسے برا لگا تھا۔ لیکن اس نے لب نہیں کھولے۔

''اوکے۔'' وہ بددلی سے اٹھی۔ پیر نیچے اتارے۔ ماہر نے رکی ہوئی سانس خارج کی۔ اب وہ چلی جائے گی۔ لیکن اسے محسوس ہوا کہ وہ اس کے قریب آ رہی ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا' وہ اس کے بائیں جانب آ کے رکی۔ اور آگے بڑھ کے نرمی سے اس کا گال چوما۔

''بائے۔'' ہلکا سا بولی اور پھر دروازے کی طرف بھاگ گئی۔

وہ جہاں تھا وہیں بیٹھا رہ گیا۔ سگار والا ہاتھ ابھی تک نیچے گرا تھا۔

کوئی اتنے برس اپنی ہی آنکھوں سے کیسے نفرت کر سکتا ہے؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

وہ شاپنگ مال کی راہداری میں آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ پیروں میں گلابی تسموں والے جوگرز تھے۔ بال کسی ہوئی پونی میں بند تھے۔ لمبا ڈھیلا ڈھالا کرتا اور گردن میں لپٹا اسکارف۔ وہ چہرہ گھما گھما کے اطراف میں شاپس کو بھی دیکھتی جا رہی تھی۔ شاپنگ مال کی رونق عروج پہ تھی۔ غالباً سیلز لگی ہوئی تھیں۔

وہ ظہیر سے ملنے آئی تھی۔ اسے اپنا فیصلہ سنانے۔ فون پہ صاف انکار کرنا اچھا نہیں لگا اور اسی لیے اب وہ فوڈ کورٹ جا رہی تھی۔

دفعتاً اس کے سفید جوگرز ایک شاپ کے سامنے رکے۔ شیشے کے دروازوں کے پار روشنیوں میں نہائے جوتوں کے ریکس نظر آ رہے تھے۔ وہ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی شیشے کی دیوار کے پاس آ رکی۔

سامنے سفید رنگ کے اسٹائیلیٹوز رکھے تھے۔ چار انچ کی لمبی ہیلز والے نازک جوتے جو کسی سنڈریلا کے لیے بنے تھے۔ اس کے لبوں پہ خود بخود مسکراہٹ بکھر گئی۔ انگلیوں سے شیشے کی دیوار کو چھوا۔ ہیلز اور اس کی انگلیوں کے درمیان بس ایک انچ موٹا شیشہ تھا۔ پھر نگاہ ان کی قیمت پہ پڑی۔ اس نے گہری سانس لی۔ ہاتھ نیچے گرا دیا۔

اتنی مہنگی ہیلز وہ ابھی نہیں لے سکتی تھی۔ لیکن کبھی نہ کبھی وہ لے گی۔ جب وہ ایک بزنس مین کی بیوی ہو گی۔ وہ دنیا پھرے گی اور ہر ملک سے بہترین جوتے اکٹھے کرے گی۔ مسکرا کے خود کو تسلی دی اور آگے بڑھ گئی۔ اس کا دل مطمئن تھا۔

ظہیر فوڈ کورٹ میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ میز پہ شاپنگ بیگز بھی تھے اور وہ اسٹرا سے کوئی ڈرنک پی رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی گرمجوشی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''مجھے خوشی ہے کہ تم نے میری آفر کے بارے میں سوچا۔''

''ظہیر... پہلے میری بات تحمل سے سنو۔'' وہ سنجیدگی سے کہتی سامنے بیٹھی۔ تھوڑا سا برا بھی لگ رہا تھا۔ بیچارے نے اتنے مان سے کہا تھا اور وہ اس کا مان توڑنے جا رہی تھی۔

''یہ مت کہنا کہ تم انکار کرنے جا رہی ہو۔'' ظہیر نے اسٹرا لبوں میں دباتے ہوئے غور سے اسے دیکھا۔

مالا نے تھوک نگلا۔ کسی ہوئی پونی والا سر جھکا دیا۔ انکار کرنا اس کے لیے دنیا کا مشکل ترین کام تھا۔

''میری شادی ہو رہی ہے۔'' چہرہ اٹھا کے سبز آنکھوں سے اسے دیکھا۔ ظہیر نے ایک گہری سانس خارج کی۔

''اور تم دوسری لڑکیوں کی طرح شادی کے بعد گھر بیٹھ جاؤ گی؟''

''نہیں۔ میں کام کرتی رہوں گی۔ لیکن جس سے میری شادی ہو رہی ہے وہ بہت ٹریول کرتا ہے۔ ایسے میں میں

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

تمہارے ساتھ کام نہیں کرسکوں گی۔"

"کون سا کل شادی ہو رہی ہے۔اور میں تمہیں پارٹنر شپ آفر کر رہا ہوں۔ایک سال کام کرلو۔پھر دیکھ لیں گے۔"

"میں ایک ایسے بزنس کا حصہ نہیں بن سکتی جو میری زندگی کے اگلے پانچ سال کے پلان میں شامل نہ ہو۔"

"مالا... تم مجھے مایوس کر رہی ہو۔لڑکیاں چاند پہ جا رہی ہیں۔تمہیں شادی کی پڑی ہے۔"

وہ مسکرادی۔

"پہلی بات... نیل آرم اسٹرانگ کے بعد کوئی آج تک چاند پہ نہیں گیا۔دوسری بات' جو چاند پہ جاتا ہے' وہ وہاں رہ نہیں جاتا۔اسے واپس گھر آنا ہوتا ہے۔" پھر وہ پیچھے ہو کے بیٹھی اور مسکرا کے شانے اچکائے۔"اور شادی سب کو کرنی ہوتی ہے۔مجھے بھی کرنی ہے۔میں کیریئر کے پیچھے اپنی فیملی لائف قربان نہیں کرسکتی۔"

ظہیر قدرے دھیما ہوا۔گلاس پرے کر دیا جیسے موڈ بجھ گیا ہو۔

"میں سمجھ سکتا ہوں لیکن اگر تمہارا ارادہ بدلے تو میری آفر اب بھی ٹیبل پہ موجود ہے۔" قدرے توقف سے وہ کھنکھارا۔"ایک دوست کی حیثیت سے تم مجھے کوئی آئیڈیا دینا چاہو گی ریستوران کے لیے؟"

سبز آنکھوں والی لڑکی مسکرائی۔"تمہیں کیوں لگتا ہے میرا آئیڈیا تمہارے کام آئے گا؟"

"کیونکہ تم نئے آئیڈیاز اور بزنس پلانز بنانے میں بہت اچھی ہو۔"

"اور جس چیز میں ہم اچھے ہوں' اسے کبھی مفت میں نہیں کرنا چاہیے۔" نرمی سے اسے بہت کچھ باور کروا دیا۔وہ گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"چلو تمہیں شادی کی مبارک ہو۔میں تمہارے لیے کافی لاتا ہوں۔" وہ اٹھ کے ایک کافی شاپ کی جانب چلا گیا تو وہ گردن موڑ کے یونہی اطراف میں دیکھنے لگی۔

قریب میں ایک فربہ مائل عورت اور اس کی نوجوان بیٹی شاپنگ بیگز کے ڈھیر اٹھائے آگے جا رہی تھیں۔جس طرح وہ تھکے ماندے انداز میں بار بار ایک فہرست کو ہاتھ میں لیے چیزیں گن رہی تھیں' صاف معلوم ہوتا تھا کہ جہیز کی شاپنگ کر رہی ہیں۔کچھ دن بعد یہی اس کی بھی زندگی ہوگی اور وہ اس تبدیلی کے لیے پورے دل سے تیار تھی۔

اسے سفید اور سلور ہیلو پھر سے یاد آگئیں۔وہ مسکرادی۔

ایک دم سے دنیا زیادہ حسین لگنے لگی تھی۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ ایک سبز گھاس سے ڈھکا وسیع قطع اراضی تھا جس میں جگہ جگہ کتبے لگے تھے۔ کچی پکی قبروں کے اوپر بھی گھاس اُگا تھا۔

گزرگاہ کے قریب ایک کچی قبر تھی جس کا کتبہ سفید رنگ کا تھا۔ اس کے اوپر قاسم فرید لکھا تھا۔

ماہر اس وقت اس کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھا تھا۔ سیاہ سوٹ میں ملبوس' آنکھوں پہ کالے گلاسز پہنے' وہ جیب سے کچھ نکال رہا تھا۔ زارینہ اس کے عقب میں ہاتھ باندھے کھڑی تھی۔ وہ آج نیوڈ رنگ کے لباس پہ سفید منی کوٹ پہنے ہوئے تھی۔ ہوا سے اس کے بال اڑ اڑ کے پیچھے جا رہے تھے۔ وہ ماہر کے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی جو جیب سے باہر آئے تو ان میں ایک پلاسٹک کا پیکٹ تھا۔

''قاسم تایا کے بیج۔'' وہ مسکرا دی۔ وہ بھی آزردگی سے مسکرا دیا۔

''ابا جب بھی اپنا مالی نقصان کر کے کسی انسان کا دل خرید لیتے' اسے بیجوں کا تحفہ دیتے۔ اور کہتے... جا کے انہیں بو دو۔ یہ ہماری شناسائی کی نشانی ہیں۔''

اس نے بیج کا پیکٹ کھولا اور آہستہ آہستہ انہیں قبر کی کچی مٹی پہ چھڑکنے لگا۔

''کتنا شوق تھا تایا کو پودوں کا۔ ان کے جانے کے بعد سے تمہارے گھر کے سارے پودے مرجھا گئے ہیں۔''

ماہر نے دھیرے سے شانے اچکائے۔ ''کیا کریں' زارا۔ وقت ہی نہیں ملتا۔''

سارے بیج چھڑک کے اس نے خالی پیکٹ واپس جیب میں ڈال لیا۔ زارا نے پانی کی بوتل کا ڈھکن کھولا اور آہستہ آہستہ قبر کے اوپر پانی ڈالنے لگی۔ وہ ہاتھ سے بیجوں کو دبانے لگا۔

''تایا چاہتے تھے تم سیٹل ہو جاؤ۔ شادی کر لو۔'' زارا نے لہجہ سرسری سا بنایا۔ البتہ وہ بغور اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

''وہی کرنے لگا ہوں۔'' وہ اسی طرح نرمی سے مٹی کو دباتا رہا۔ بیج دفن ہو رہے تھے۔ سن گلاسز کے باعث آنکھیں چھپی ہوئی تھیں۔

زارا کا پانی برساتا ہاتھ رک گیا۔ آنکھوں میں خوشگوار حیرت اتر آئی۔

''کتنی اچھی خبر سنائی ہے تم نے۔'' اس کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ ''اگر تم چاہو تو میں تمہیں کسی اچھی سی لڑکی سے ملوا سکتی ہوں جو...''

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''بیربل نے مجھے ملوایا ہے کسی سے۔'' وہ ہاتھ جھاڑتے ہوئے کھڑا ہو رہا تھا۔ اس کی زارا کی طرف پشت تھی۔ وہ جہاں تھی، وہیں رہ گئی۔ گویا پتھر کا مجسمہ ہو۔

''کک... کون؟'' بدقت آواز نکلی۔

''بیربل ان کی فیملی کو جانتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ میرج میٹریل ہے۔ ہم ایک دفعہ ملے تھے ابا کی ڈیتھ سے پہلے۔ اور آج...'' اس کی طرف مڑتے ہوئے ماہر نے کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھی۔ ''آج شام ہم نے ڈنر پہ جانا ہے۔'' پھر چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا تو زارا نے جلدی سے چہرے پہ مسکراہٹ سجالی۔

''میں.. میں خوش ہوں تمہارے لیے۔'' وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے پتھروں کی گزرگاہ کی طرف بڑھ گئے۔

''کیسی ہے وہ؟''

''ایک ملاقات میں کہاں معلوم ہوتا ہے؟''

''کیوں؟ تمہاری people skills کے تو سب معترف ہیں۔'' زارا نے اس کی نقل اتاری۔ ''واللہ ماہر لوگوں کے بارے میں غلط نہیں ہوتا۔''

وہ ہلکا سا ہنس دیا۔ ''میں واقعی غلط نہیں ہوتا۔ لیکن ایسے معاملات میں تھوڑا وقت چاہیے ہوتا ہے۔ اچھی لگی تو کرلوں گا شادی۔ نہیں لگی تو کوئی اور سہی۔'' وہ چلتے ہوئے سادگی سے کہہ رہا تھا۔ زارا خاموشی سے سنے گئی۔ اس کا چہرہ بالکل سپاٹ ہو چکا تھا۔ بے تاثر۔

وہ دونوں روش پہ چلتے دور ہوتے گئے۔ گھاس پہ پھیلی قبریں تنہا رہ گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مبین منزل میں کھانوں کی خوشبو ہر طرف پھیلی تھی۔ کچن میں بخت بی اور صغریٰ کٹنگ کر رہی تھیں۔ چولہوں پر بھی کچھ چڑھا تھا۔ ماں بیکری آئٹمز نہیں لیا کرتی تھیں۔ سب کچھ گھر میں اپنے ہاتھوں سے بنا کے رکھتی تھیں۔ کوکنگ بھی خود کرتیں۔ اور باقی سب کٹنگ وغیرہ میں ان کی مدد کرتے۔

اس وقت وہ اپنے کمرے میں کھڑی تھیں۔ وہاں دو بستر بچھے تھے۔ ایک ماں کا تھا اور دوسرا ان کی چھوٹی بہن کا۔ ماں لوگ تین بہنیں اور ایک بھائی تھے۔ ماموں اسلام آباد میں ہوتے تھے۔ بڑی بہن سرور جہاں امریکہ میں ہوتیں۔ ماہی انہی کی بہو بنی تھی۔ عباد اس وقت کینیڈا میں زیرِ تعلیم تھا۔ یہ چھوٹی بہن نورِ جہاں مبین منزل میں رہتی

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

تھیں۔ کب سے؟ جب سے مالا نے ہوش سنبھالا تھا۔

ماں اس وقت ان کے پیچھے کھڑی ان کے بالوں کی کنگھی کر رہی تھیں۔ وہیل چیئر پہ بیٹھی نورِ جہاں خالہ معذور تھیں اور بچپن سے ان کے پاس تھیں۔ وہ بوڑھی ہو چکی تھیں لیکن چہرہ آج تک سفید گلابی تھا۔ وہ بس مسکراتی رہتیں اور زیادہ بات نہیں کرتی تھیں۔ ان کا ذہنی توازن کئی برس ہوئے بگڑ چکا تھا۔ کبھی کبھی وہ رونے لگ جاتیں اور کبھی بہت چڑچڑی ہو جاتیں۔ ماں بہت صبر سے ان کے سارے ناز نخرے اٹھاتیں۔ نور خالہ کا کام انہوں نے کبھی بخت بی کے ذمے نہیں لگایا۔

ماہی اکثر کہتی کہ بخت بی کو بھی ان کا کام کرنے دیا کریں۔ آپ اکیلی تھک جاتی ہوں گی۔ لیکن حورِ جہاں بیگم کا کہنا تھا کہ ان کی بہن ان پہ بوجھ نہیں ہے۔ آج وہ اس کی خدمت کریں گی تو کل کو اللہ انہیں خود کسی بھی محتاجی سے بچائے گا۔ ماہی کو بڑا عجیب سا لگتا۔ ناقابلِ یقین سا۔ اس کی اتنی ایکٹیو، چلتی پھرتی، سب کچھ سپروائز کرنے والی ماں ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ کبھی بیمار پڑے۔

ہر اولاد کو اپنی ماں کے بارے میں یہی لگتا ہے۔

بہن کے بال بنا کے انہوں نے جھک کے اس سے سرگوشی میں کچھ کہا تو نور خالہ مسکرائیں۔ اور سر ہلا دیا۔ پھر حورِ جہاں بیگم وہاں سے ہٹیں اور تیز قدموں سے چلتی باہر آئیں۔ بخت بی اکثر انہیں اپنی بہن سے سرگوشیاں کرتے دیکھتی تھی۔ نہ جانے وہ انہیں ایسا کیا کہتی تھیں کہ وہ مسکرا دیتیں۔ نور خالہ کا دماغ بچوں کے جیسا تھا۔ یقیناً کوئی معصوم بات ہو گی۔

''بختو... تم کباب فریزر سے نکال کے رکھو۔ اور تم ادھر آؤ۔'' انہوں نے دوسری ملازمہ کو گھورا۔ ''کونے میں جالے لگے ہیں۔ مجھے نظر آ گئے۔ بی بی۔ تمہیں نہیں آئے؟ اور سلیم اٹھو پودوں کو پانی دو۔ سلیم...''

''آج کے دن بھی آج اپنے پودے نہیں بھولیں۔''

آواز پہ کچن کی چوکھٹ میں کھڑی حورِ جہاں بیگم پلٹیں۔ مالا کو اپنی طرف آتے دیکھا تو چہرے پہ مسکراہٹ در آئی۔

وہ گلابی رنگ کی لمبی قمیض اور سفید چوڑی دار پاجامے میں ملبوس تھی۔ کٹے ہوئے بال کندھوں سے اوپر تک آتے تھے اور کھلے تھے۔ دھلا دھلایا چہرہ اور مسکراتی سبز آنکھیں۔ وہ ان کے قریب آئی تو انہوں نے پیار سے اسے دیکھا۔

''میری بیٹی تیار ہو گئی ہے؟'' پہلے پیار سے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔ پھر اگلے ہی لمحے لہجے کو تحکمانہ بنا لیا۔ ''چلو

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

آؤ۔ کچن میں میری مدد کرواؤ۔ اور اپنی بہن کو بھی بلاؤ۔''

(مطلب میرے رشتے والے آرہے ہیں اور میں ہی کام کروں؟) وہ گہری سانس بھرتی ماہی کو بلانے چلی آئی۔

اسے خیال آیا اس نے کافی دیر سے ماہی کو نہیں دیکھا۔ ماہی اپنے کمرے میں نہیں تھی۔ وہ معید کے کمرے میں تھی۔ وہ اس وقت گھر نہیں ہوتا تھا۔

مالا اندر آئی تو دیکھا.... وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی ہے۔ گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے وہ سوچ میں گم ہے۔

''کیا ہوا تمہیں؟''

''میری کمر میں درد ہے۔'' اس کا موڈ آف تھا۔ ''اور غلطی سے میں نے عباد کو بتایا تو اس نے خالہ کو بتا دیا۔ تمہیں پتہ ہے نا خالہ لوگ کتنے وہمی ہیں۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ میں امریکہ نہ جاؤں۔ کہیں بے بی کو کچھ نہ ہو جائے۔''

وہ چڑچڑی ہو رہی تھی۔

''تم اپنی ڈاکٹر سے پوچھ لو۔ وہ کیا کہتی ہے۔''

''اس کے پاس سے آج ہو کے آئی ہوں نا۔ وہ کہتی ہے تم بالکل ٹھیک ہو۔ سفر کر سکتی ہو۔''

''ہاں تو کرو نا سفر۔''

''مگر...'' وہ رکی جیسے متذبذب ہو۔ ''اگر بے بی کو کچھ ہوا تو سب مجھے الزام دیں گے۔ کہ مجھے امریکہ جانے کا شوق تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ میں مری نہیں جا رہی امریکہ جانے کے لیے۔ عباد شادی کر کے خود تو واپس چلا گیا ہے۔ میں مہینوں سے یہاں بیٹھی ہوں۔ اب ایک خوشی کا موقع آیا ہے۔ میرا بھی دل چاہ رہا ہے کہ میں جاؤں۔'' اس نے گیلی آنکھیں رگڑیں۔

مالا نے نرمی سے اس کے ہاتھ تھامے۔

''کچھ نہیں ہوگا بے بی کو۔ تم آرام سے سفر کرو اور شادی انجوائے کرو۔ خالہ کی طرح وہم مت پالو۔ اچھا اب باہر آؤ۔ ماں بلا رہی ہیں۔ وہ لوگ گھنٹے تک آجائیں گے۔ اور یہاں ابھی...'' مالا نے کھڑکی سے باہر جھانکا۔ لان میں سلیم پائپ پکڑے پانی لگا رہا تھا۔

''یہاں ابھی پودوں کو پانی نہیں لگا۔''

''ارے سب ہو جائے گا۔ ماہی ہے نا۔'' ماہی آنسو صاف کرتی نئی توانائی کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کا موڈ بہتر ہو گیا تھا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''دیکھتے ہیں آج تمہاری ساس تمہیں کتنی سلامی دیتی ہیں۔ اور تم اس سلامی سے ہمیں فوراً ٹریٹ دو گی۔ ڈیل؟'' ماہی نے مٹھی بند کر کے چھوٹی انگلی باہر نکالی۔

''ڈیل!'' وہ ہنس پڑی اور اس کی انگلی سے اپنی انگلی جوڑ لی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ریستوران میں ہلکی زرد بتیاں جلی تھیں۔ پسِ منظر میں آرکسٹرا کے دھیمے سر سنائی دیتے تھے۔ وہ دونوں ایسی میز پہ بیٹھے تھے جو اوپن ایئر ٹیرس کے کونے میں تھی۔ ان کے درمیان کانچ کا ایک ننھا گلدان رکھا تھا جس میں ایک واحد اَدھ کھلا سرخ گلاب تھا۔ ساتھ اونچی موم بتیاں جل رہی تھیں۔

ماہر اسی لباس میں تھا جس میں تم نے اسے صبح قبرستان میں دیکھا تھا۔ کوٹ پیچھے سیٹ کی پشت پہ ڈالے وہ سفید شرٹ کے آستین کہنیوں تک موڑے ہوئے تھا۔ کافی کا بھرا کپ ساتھ رکھا تھا جس کو اس نے ابھی تک چھوا نہیں تھا۔

''کیا پڑھ رہی ہو تم؟'' اس نے دوبارہ پوچھا۔ اتنے ہفتوں بعد ملاقات ہوئی تھی۔ وہ اس کی ڈگری بھول گیا تھا۔

''اینتھروپولوجی۔'' وہ مسکرا کے بولی۔

ماہر نے گہری سانس لی۔ اس کے زمانے میں یونیورسٹی میں ایسے سبجیکٹس وہ لڑکیاں پڑھتی تھیں جو صرف پارٹی کرنے اور سوشل سرکل بنانے کے لیے کیمپس آتی تھیں۔ نہ جانے آج کل کیا رواج تھا۔ اس نے غور سے اس لڑکی کو دیکھا۔ اس کا چہرہ بہت خوبصورت تھا۔ یعنی سوسائٹی کے معیار کے مطابق خوبصورت۔ وہ ایک ہی نظر میں دیکھ سکتا تھا کہ اس نے بہت سی سرجریز کروا رکھی تھیں۔

اس کی بڑی بڑی آنکھیں تھیں۔ (آنکھوں کو بادامی شکل دینے کی سرجری) ابرو کافی اٹھے ہوئے تھے۔ (آئی برو لفٹ) گالوں میں بھرے بھرے سیب تھے جیسے۔ (امپلانٹس اور شاید فلرز بھی)۔ بے حد پرفیکٹ ناک۔ (رائینو پلاسٹی)۔ پھولے پھولے ہونٹ۔ (بوٹوکس اور فلرز)۔ بے حد گھنی پلکیں۔ (آئی لیش ایکسٹینشن)۔

''کیا دیکھ رہے ہیں آپ؟''

وہ چونکا اور جلدی سے ذہن میں چلتی گنتی روکی۔ پھر کائیلی جینیر کی شکل کی لڑکی کو دیکھ کے مصنوعی سا مسکرایا۔

''کچھ نہیں۔'' سر جھٹکا۔ پھر کھنکھارا۔ ''سو... ضوفشاں...''

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''ضوئی... ''سیاہ بالوں کو انگلیوں سے پیچھے کرتے ہوئے مسکرا کے بولی۔

''ضوئی۔۔۔''وہ بہت ضبط کر کے مسکرایا۔''تمہارا سب سے بڑا خواب کیا ہے؟''

''کس سینس میں؟''

یعنی...ایک دن جس کا تمہیں بہت انتظار ہے۔''

''ہوں..''ضوئی نے انگوٹھیوں سے بھرا ہاتھ ایک گال تلے رکھا اور سوچنے لگی۔پھر اس کی آنکھیں چمکیں۔

''مجھے نافیری ٹیل ویڈنگ کرنے کا شوق ہے۔''

اور اسے اندازہ ہو چکا تھا کہ ڈنر کس طرف جا رہا ہے۔لیکن چہرے پہ مسکراہٹ طاری کیے رکھی۔

''اور تم فیری ٹیل ویڈنگ کسے کہتی ہو؟''

اس کی مصنوعی حوصلہ افزائی پہ وہ چہک کے بتانے لگی۔

''مجھے اسپرنگ ویڈنگ کرنی ہے۔چیری بلاسم کے trees کا ڈیکور ہوگا۔اور مجھے انڈین فیملیز کی طرح سات فنکشن کرنے ہیں۔میلاد'مایوں'مہندی'سنگیت'بارات'ولیمہ....''

''یہ چھے ہوئے ہیں۔''اس نے انگلیوں پہ گنا۔ضوئی نے ہاتھ جھلایا۔

''واٹ ایور۔''وہ اسی جوش سے بتانے لگی۔''اور میں اپنی شادی کا ہیش ٹیگ پراپر ٹرینڈ کرواؤں گی۔انسٹاگرام میری شادی یاد رکھے گا۔مین ایونٹ پہ میں....۔''اگلے چند منٹ وہ بولتی رہی۔وہ پیچھے ٹیک لگائے بیٹھا' کافی کے گھونٹ بھرتے ہوئے سنے گیا۔

''تمہارا سب سے بڑا خواب کیا ہے؟''ضوئی نے دونوں ہاتھ باہم ملا کے تھوڑی ان پہ ٹکائی اور بڑی بڑی مسکراتی آنکھیں اس پہ جما دیں۔

ماہر نے گہری سانس لے کر کپ رکھا۔

''میں ایک تین ہزار افراد کی کمپنی بنانا چاہتا ہوں۔''

''ہیں؟ مگر تمہاری پہلے ہی اتنی بڑی کمپنی ہے۔''

اصلی گلاب کے پھول کے اس پار مصنوعی چہرے پہ نا سمجھی تھی۔

''وہ میرے باپ کی ہے۔میں اپنی کمپنی بنانا چاہتا ہوں۔جو صرف میری ہو۔آرکیٹیکچرل فرم۔کیونکہ میں ایک آرکیٹیکٹ ہوں۔''نرمی سے سمجھانے لگا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''تو ابھی تم کیا کام کرتے ہو۔''

ماہر نے گہری سانس لی۔ یہ مشکل ہو رہا تھا۔ (اُف بیربل)

''ہم انویسٹمنٹ مینیجمنٹ کرتے ہیں۔ یعنی... ہم اچھے تعلقات بناتے ہیں۔ اور یوں لوگ ہم پہ اعتماد کرتے ہوئے ہمارے ذریعے اپنا پیسہ انویسٹ کرتے ہیں۔ ہم لندن کے لوگوں کو قطر میں پراپرٹی خرید کے دیتے ہیں۔ دراصل ہم وہ پہلے لوگ ہیں جنہوں نے لندن اور قطر کے درمیان رئیل اسٹیٹ کا کام شروع کیا تھا۔ اب اس انڈسٹری میں بہت لوگ آ گئے ہیں۔''

وہ سر ہلا کے سن رہی تھی لیکن اسے محسوس ہوا کہ وہ سمجھ نہیں پا رہی۔ تب ہی اس کی نگاہ میز پہ رکھے پیکٹ پہ پڑی۔ اس نے لمبی انگلیوں سے اسے اٹھایا۔

''رومیو اور جولیٹ۔ وائیڈ چرچل۔'' نظریں اٹھا کے اسے دیکھا۔ ''یہ تمہارا ہے؟''

ماہر نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''میں سگار پیتا بھی ہوں اور انہیں کلیکٹ بھی کرتا ہوں۔''

''مجھے سگریٹ پینے والے مرد ہمیشہ بہت پرکشش لگتے ہیں۔''

''سگار۔'' ماہر نے بہت ضبط سے گہری سانس لی۔ ''میں سگریٹ نہیں پیتا۔ سگار پیتا ہوں۔''

''دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ نہیں؟'' وہ حیران ہوئی۔

میز پہ رکھی اس کی مٹھی بھنچ گئی۔ وہ میرج میٹریل نہیں تھی۔ وہ صرف میرج میٹریل تھی۔

''دونوں ایک چیز نہیں ہیں۔'' وہ تحمل سے سمجھانے لگا۔ ''سگریٹ نکوٹین' تار اور کیمیکل سے بھری ہوتی ہے۔ مجھے اس کی مہک بھی نہیں پسند۔ سگار مختلف ہوتا ہے۔ یہ تمباکو کے پتوں سے بنتا ہے۔ سگار ایک آرٹ ہے۔''

''آرٹ؟ کیسے؟'' وہ واقعی دلچسپی سے پوچھ رہی تھی۔ بے جان ڈنر میں پھر سے جان پڑنے لگی۔ وہ قدرے جوش سے بتانے لگا۔

''سگار کا بنانا بھی ایک آرٹ ہے۔ پتوں کی فرمنٹیشن' تمباکو' اس کی رولنگ' پیکنگ' اس کے رنگز' سائز' اس کو باکس سے نکالنے کا انداز سب آرٹ ہے۔ اس کو انگلیوں میں کیسے پکڑنا ہے' ہیومیڈور میں رکھنے کا طریقہ' اس کی مہک کو سونگھنا' کٹ کرنا' سلگانا اور اسموک کرنا... یہ سب ایک پروسیس ہے۔ خالص آرٹ۔ بہت سے لوگ امیر نظر آنے یا cool لگنے کے لیے سگار اسموک کرتے ہیں۔ میں ایسا نہیں کرتا۔ میں اسے آرٹ سمجھ کے کرتا ہوں۔''

''لیکن یہ بھی صحت کے لیے اتنا ہی نقصان دہ ہے جتنا کہ سگریٹ' ہے نا؟''

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

اس کے کندھے ڈھیلے ہوئے۔ پیچھے کو ٹیک لگائی۔

''ہاں۔ یہ نقصان دہ ہے۔ لیکن یہ ایک چوائس ہے اور میں نے اسے منتخب کیا ہے۔''

''میں تمہیں جج نہیں کر رہی۔ تمہاری زندگی تمہاری مرضی۔'' وہ سگار کا پیک الٹ پلٹ کر کے دیکھ رہی تھی۔

''ویسے کتنے سگریٹ پی لیتے ہو ایک دن میں؟''

ماہر نے نرمی سے اس کے ہاتھ سے پیکٹ لیا اور اسے زور سے بند کیا۔ پھر مسکرا کے اسے دیکھا۔

''بیس سگریٹ روزانہ۔ کبھی کبھی تو پچیس۔''

''واؤ۔'' اس کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔ وہ اب اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ بل منگوا رہا تھا۔ بیربل کو وہ گھر جا کے پوچھے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عبدالمالک فرید اپنے آفس میں بیٹھا' کام میں مصروف دکھائی دیتا تھا جب دروازہ کھلا۔ اس نے الجھے انداز میں سر اٹھایا' تو دیکھا زارینہ اندر آ رہی تھی۔ وہ شدید ناخوش لگتی تھی۔

''زارا' میں بزی ہوں۔'' وہ واپس لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہوا۔

''اور ماہر کی فکر کون کرے گا؟'' وہ اس کے ڈیسک کے عین سامنے آ کے رکی۔ اس کے خفا لہجے پہ مالک نے چہرہ اٹھا کے دیکھا۔ وہ غصے اور بے بسی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ بالوں کو ڈھیلے کیچر میں باندھے' اس کی آنکھیں روئی روئی سی تھیں۔ مالک نے غور سے اپنی بیٹی کو دیکھتے ہوئے لیپ ٹاپ پرے دھکیلا اور پیچھے ٹیک لگائی۔

''ماہر کو کیا ہوا ہے؟''

''اسے بیربل نے کسی لڑکی سے ملوایا ہے۔ میرج میٹریل۔ وہ اس سے شادی کر لے گا' بابا۔''

''مجھے معلوم ہے۔ اس کا باپ یہی چاہتا تھا۔''

''اور میرا باپ میرے لیے کیا چاہتا ہے؟''

مالک نے گہری سانس لیتے ہوئے انگوٹھے سے کنپٹی کو چھوا۔ ہر کچھ دن بعد زارا یہی مسئلہ لے کر آ جاتی تھی۔ وہ اب تھک گیا تھا۔

''تم اور ماہر یہ بات ایک دفعہ کر چکے ہو۔ اس نے تمہیں صاف انکار کر دیا تھا۔ تمہارے کہنے پہ میں نے قاسم سے بھی بات کی تھی لیکن اس کا کہنا تھا کہ ماہر تمہیں اپنی بہن سمجھتا ہے۔ بہن جیسی کزن۔ بیسٹ فرینڈ۔ وہ تمہارے

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

بارے میں ایسے سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"اور میں اس کے علاوہ کسی کے بارے میں نہیں سوچ سکتی۔"

زارا نے پلکیں جھپکائیں تو آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ اس کی نگاہوں میں باپ کے لیے شکوہ تھا۔

مالک کے تاثرات بدلے۔ چہرے کی لکیریں ڈھیلی ہوئیں۔

"ہم زبردستی کسی کے دل میں اپنے لیے محبت نہیں ڈال سکتے' زارا۔ تمہیں اچھے لڑکوں کی کمی ہے کیا؟"

"مگر مجھے وہی چاہیے۔ صرف وہی۔ بابا پلیز..." وہ گھوم کے میز کے پیچھے آئی اور اس کے سامنے گھٹنوں کے بل فرش پہ بیٹھی۔ پھر اس کے ہاتھ تھام لیے۔ "مجھ سے نہیں برداشت ہو رہا اس کا کسی اور لڑکی کے ساتھ ڈنر پہ جانا۔ پلیز آپ اس کو اس لڑکی سے دور کر دیں۔" وہ بہت بے بس اور دکھی نظر آ رہی تھی۔

"زارا میں یہ کیسے کر سکتا ہوں۔"

"آپ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ وہ صرف آپ کی بات مانتا ہے۔"

"میں زبردستی اس سے اپنی بیٹی کے لیے..."

"نہ کہیں۔ اسے میرے لیے کچھ نہ کہیں۔ میں ہینڈل کر لوں گی۔ آئندہ آپ کو کچھ نہیں کہوں گی۔ لیکن اس دفعہ.... پلیز اس دفعہ اس کو اس ضوئی سے دور کر دیں۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑے منت کر رہی تھی۔ مالک فرید نے گہری سانس لی۔ پھر اس کا سر تھپکا۔

"اچھا اٹھو۔ میں کچھ کرتا ہوں۔"

وہ جلدی سے ہتھیلی کی پشت سے آنکھیں رگڑتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ مسکرا پھیل گیا تھا۔ مگر چہرے پہ موہوم سی امید جاگ گئی تھی۔

"بیربل نے ملوایا ہے دونوں کو؟" وہ سوچتے ہوئے فون اٹھا کے دیکھنے لگا۔ زارا نے جلدی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ مالک کچھ دیر سوچتا رہا اور وہ اسے امید سے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے اپنا روبوٹ سا چہرہ اٹھایا اور اب کے وہ بولا تو اس کی آواز میں تنبیہہ تھی۔

"زارینہ.... مجھے ماہر بہت عزیز ہے۔ یہ پہلی اور آخری دفعہ ہے۔ میں اس کے ساتھ بار بار یہ نہیں کر سکوں گا۔"

زارا گیلی آنکھوں سے مسکرا دی اور جلدی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ مالک اب فون اسکرین کو دیکھنے لگا۔ اس کا

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔ ماہر کو کسی سے ملنے سے روکنے کے لیے وہ صرف ایک طریقہ استعمال کر سکتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مبین منزل کے لاؤنج میں خاموشی چھائی تھی۔ بخت بی برتن اٹھا کے ٹرے میں رکھ رہی تھی۔ کانچ کے کانچ سے ٹکرانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ماں اور ماہی الگ الگ صوفوں پہ بیٹھی سوچ میں گم تھیں۔ مہمانوں کو گئے کچھ دیر ہو چکی تھی اور وہ دونوں خاموش تھیں۔

مالا تھوڑی دیر کے لیے مہمانوں کے سامنے آئی تھی اور پھر روایتی طریقے سے اندر واپس چلی گئی تھی۔ اور وقت بھی کتنا گزرا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد ہی وہ رخصت ہو گئے۔

وہ جیسے ہی باہر آئی' ان دونوں کو یوں بیٹھے دیکھ کے اس کا ماتھا ٹھنکا۔

''کیا ہوا؟ کیا انہوں نے کچھ ایسا ویسا کہا ہے؟''

کچھ واہمے تھے جو ان کو دیکھ کے اس کے دل میں آئے تھے۔ ثمرین آنٹی ان سے مالی لحاظ سے کہیں اوپر تھیں۔ دولت ایسی چیز تھی جو ان کے درمیان آ سکتی تھی۔

ماں نے جواب نہیں دیا۔ ماہی بس ماں کو دیکھنے لگی۔ وہ ماں کے اتنا قریب رہتی تھی کہ ان کی سوچ تک پڑھ سکتی تھی۔

''کیا انہوں نے کوئی شرط رکھ دی ہے؟ بھاری جہیز وغیرہ؟''

جس طرح ثمرین آنٹی چپ چپ تھیں' اسے پہلے سے ہی احساس ہو گیا تھا کہ شاید وہ کوئی شرط وغیرہ رکھیں۔ جہیز کی ڈیمانڈ وغیرہ۔ اس لیے کشمالہ نے ان سے ملنے کے بعد کمرے میں جا کے چند گہرے سانس لیے تھے اور خود کو کمپوز کر کے ہر چیز کے لیے تیار کر لیا تھا۔ وہ اس چیز میں اچھی تھی۔ جلدی خود کو سنبھال لیتی تھی۔

''جہیز دینا پڑتا ہے بیٹے۔ وہ بات نہیں ہے۔''

ماں نے آنکھیں اٹھا کے اسے دیکھا۔ وہ پرسکون نظر آتی تھی۔ اس کی یہی عادت ماں کو سب سے زیادہ پسند تھی۔ وہ مشکل سے مشکل حالات میں بھی بہت ٹھنڈے دماغ سے سوچتی تھی اور ماہی کی طرح واویلا کرنے کے بجائے خود کو فوراً سے کمپوز کر لیتی تھی۔ ماہی کو کانٹا بھی چبھ جائے تو ہر ایک کو اپنا زخم دکھا کے رونا ڈال دیتی تھی۔

''دیکھیں اگر انہوں نے کوئی ایسی بات کی ہے جو آپ کو پسند نہیں آئی تو ہم ادھر رشتہ نہیں کریں گے۔ کوئی مجبوری تو نہیں ہے نا۔'' اس نے ہلکے سے شانے اچکائے۔ وہ تو لڑکے کو جانتی بھی نہیں تھی۔ کون سا کوئی جذباتی وابستگی تھی۔

www.facebook.com/nemrahahmed.official

''بات ہی تو نہیں کی انہوں نے۔'' ماں قدرے فکرمندی سے بولیں۔ مالا چونکی۔

''حالانکہ فون پہ یہی کہا تھا کہ رشتہ مانگنے آئیں گی۔ اور یہاں آ کے ادھر ادھر کی باتیں کر کے چلی گئیں۔''

''اور ان کا بیٹا .. پرنس چارمنگ کی اولاد... کیسے اکتایا ہوا بیٹھا تھا۔ میں نوٹ کر رہی تھی۔'' ماہی دبے دبے غصے سے بڑبڑائی۔ (کمبخت)

مالا نے گہری سانس لی۔ دل کو چوٹ لگی لیکن اس نے خود کو پرسکون رکھا۔

''اس کا مطلب ہے ان کو میں پسند نہیں آئی ہوں گی۔ یا ہمارا گھر پسند نہیں آیا ہوگا۔''

''تمہارے میں کیا کمی ہے۔'' حورِ جہاں بیگم خفا ہوئیں۔ انہیں یہ بات بری لگی تھی۔ ان کی خوبصورت' دراز قد بیٹی کو کوئی ریجیکٹ نہیں کر سکتا تھا۔ ''بات صرف دولت کی ہے۔ انہیں یقیناً گھر نہیں پسند آیا ہوگا۔''

''آپ نے سنا وہ کہہ رہی تھیں ہم سے پہلے کبیرہ کے گھر سے ہو کے آئی ہیں۔ ان کے میاں کبیرہ تائی کے رشتے دار ہیں نا۔'' ماہی کسی اور نہج پہ سوچ رہی تھی۔

''بس پھر کبیرہ تائی نے کہا ہوگا انہیں کہ یہاں رشتہ نہ کریں۔ سمپل۔ چھوڑیں ماں۔ ہم اپنے کام کرتے ہیں اور اپنی زندگی میں واپس جاتے ہیں۔'' وہ سنجیدگی سے کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ ماہی نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ جانتی تھی اس کا دل دکھا ہے۔ لیکن وہ ظاہر نہیں کرے گی۔

''ہاں ... مالا کو رشتوں کی کمی تھوڑی ہے۔ ہر دوسرے ہفتے رشتے آتے ہیں۔ بس ہمارے معیار پہ پورے نہیں اترتے۔'' پھر بڑبڑائی۔ ''کمبخت۔''

ان دونوں کو وہیں چھوڑ کے وہ باہر آ گئی۔ چہرہ بظاہر سنبھلا ہوا تھا لیکن دل... دل پہ بوجھ تھا۔

کون کتنا امیر ہے' اس کا تعین انسان اپنے حوالے سے کرتا ہے۔ بخت بی کے رشتے دار انہیں بہت امیر کبیر سمجھتے تھے' لیکن سہیل اور ثمرین آنٹی کے لیے وہ امیر نہیں تھے۔ ایسا نہیں تھا کہ ان کی مالی حالت بری تھی۔ بس ان کے پاس کبیرہ تائی کی طرح پیسے کی ریل پیل نہیں تھی۔ اور بہت سے لوگوں کو یہی چاہیے ہوتی ہے۔ کوئی بات نہیں۔ اس نے آنکھ کا گیلا ہوتا کونا رگڑا اور کھڑکی کے ساتھ کرسی پہ بیٹھ گئی۔

شادی ہی تھی۔ یہاں نہ ہوئی تو کہیں اور ہو جائے گی۔ کوئی بات نہیں۔ اس نے خود کو تسلی دی۔ اسے ماہی کی طرح شادی کا کریز نہیں تھا۔ لیکن اسے بھی شادی کے لیے اتنی ہی ایکسائٹمنٹ اور خوشی تھی جتنی ہر لڑکی کو ہوتی ہے۔ کیونکہ اپنی عمر کی ہر لڑکی کی طرح وہ یہی سمجھتی تھی کہ شادی خوشی کا دوسرا نام ہے۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

کھڑکی کے باہر کھڑا بوگن ویلیا کا درخت اپنے جامنی پھولوں کا بوجھ اٹھائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ یہ درخت برسوں سے صبح شام اس کے کمرے میں جھانکا کرتا تھا۔ اور اس نے آج نوٹ کیا تھا کہ اس کے پھولوں میں جامنی کے دو شیڈ نظر آتے تھے۔ کبھی فرصت سے بیٹھ کے اس کو دیکھا ہی نہیں۔ نہ جانے اس کا کیا مقصد تھا؟ سایہ فراہم کرنا؟ لیکن سایے کے لیے تو فائبر گلاس کا شیڈ بھی بنوایا جا سکتا تھا۔ اس کے پھولوں کی خوشبو بھی نہیں تھی نہ ان کے گلدستے بن سکتے تھے۔

وہ گم صم سی بیٹھی اس درخت کو دیکھے گئی۔

اتنے برس سے وہ اسے خاموشی سے کچھ کہہ رہا تھا۔ لیکن وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کیونکہ ابھی اسے درختوں کی زبان نہیں آتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قاسم فرید کے گھر کے باہر لگے پودے مرجھائے ہوئے تھے۔ ماہر جب بھی ان کے پاس سے گزرتا' انہیں دانستہ نظر انداز کر دیتا۔ اور اس دوپہر گھر میں داخل ہوتے ہوئے وہ ویسے ہی اتنی عجلت میں تھا' کہ پودوں کی طرف دھیان نہیں دیا۔ داخلی دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا۔ اس کا رخ سیڑھیوں کی طرف تھا۔ لیکن لونگ روم میں آتی آوازوں کے باعث وہ ٹھہر گیا۔

''بیربل...'' اسے وہ اس دن کے بعد آج نظر آیا تھا۔ تھری سیٹر صوفے پہ بیٹھا' سامنے بڑی اسکرین پہ کوئی animation دیکھتے ہوئے وہ پاپ کارن کھا رہا تھا۔ ماہر کی آواز پہ کرنٹ کھا کے اٹھا۔ جلدی سے پیالہ رکھا اور اس کے سامنے آیا۔ چہرے سے وہ ایک دم گڑبڑایا ہوا لگتا تھا۔

''تم؟'' پریشانی سے ماہر کو دیکھا جو سوٹ میں ملبوس' تیار نظر آتا تھا۔ ''میرا مطلب ہے تم نے آج دوہا (قطر) جانا تھا۔''

لونگ روم کی بتیاں بجھی ہوئی تھیں اور وہاں صرف اسکرین کی نیلی روشنی تھی۔ کھڑکیوں کے بلائنڈز بھی بند تھے۔ وہ دونوں نیم اندھیرے میں آمنے سامنے کھڑے تھے۔

''ہاں ائیرپورٹ جا رہا تھا۔ گھر سے کچھ لینے آیا تھا۔ اچھا ہوا تم مل گئے۔'' ماہر کے ماتھے پہ خفگی سے بل پڑے۔ ''میرج میٹریل۔ ہوں؟''

بیربل مسکرایا۔ ''اچھی تھی نا؟''

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''کیا تم مجھے جانتے نہیں ہو؟ مجھے یہ سلیکون (silicon) والی لڑکیاں نہیں پسند۔''

''ساری لڑکیاں ایسی ہی ہیں یہاں۔ وہ تمہارے لیے پرفیکٹ تھی۔'' بیربل نے اس سے زیادہ خفگی سے منہ بنایا۔ ماہر نے افسوس سے اسے دیکھتے ہوئے سر جھٹکا۔ پھر کچھ یاد آیا۔ وہ دھیما پڑا۔

''تم ٹھیک ہو؟'' اسے اس کا حال پوچھنے کے لیے وقت ہی نہیں ملتا تھا۔

بیربل نے شانے اچکا دیے۔ زبردستی مسکرایا۔

''ہاں میں ٹھیک ہوں۔ تم جاؤ۔''

''ابا نے ایک سخت فیصلہ لیا ہے' میں جانتا ہوں۔ مجھے بھی اچھا نہیں لگا۔ اگر تم چاہو تو میں اپنے شیئر سے تمہیں...''

''میں کبھی بھی ابا کا فیورٹ چائلڈ نہیں تھا۔'' وہ سنجیدگی سے بولا تو ماہر چپ ہو گیا۔ ''وہ مجھے تمہارے جیسا روبوٹ بنانا چاہتے تھے۔ مجھے خوشی ہے میں نہیں بنا۔ انہوں نے مجھے اسی چیز کی سزا دی ہے۔ مجھے ان سے کوئی شکوہ نہیں ہے۔ میرے لیے میرا الاؤنس کافی ہے۔ خیر تم جاؤ۔''

''بیر...'' اس نے گھڑی دیکھی۔ اسے دیر ہو رہی تھی۔ ''ہم بیٹھ کے اس پہ بات کریں گے۔ تم ابا کو غلط سمجھ...'' اور اسی پل وہ ٹھٹھکا۔ کسی تیسرے فرد کی موجودگی کا احساس ہوا۔

ماہر نے گردن موڑی۔

وہ صوفے کے پیچھے سے سر نکالے دلچسپی سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے گھنگھریالے بال اونچی پونی میں بندھے تھے اور نیلی روشنی میں بھوری آنکھیں بلی کی طرح چمک رہی تھیں۔

اس نے چونک کے واپس بیربل کو دیکھا۔

''ماہر... میں سمجھا... تم چلے گئے ہو۔'' وہ ہکلایا۔

ماہر نے ایک خاموش نظر اس پہ ڈالی اور پلٹ کے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ بیربل بے بسی سے شانے جھٹک کے رہ گیا۔ وہ تیزی سے زینے پھلانگتا اوپر اپنے کمرے میں آیا۔ ڈریسنگ ٹیبل کی چیزیں الٹ پلٹ کیں۔ دراز کھولے۔ وارڈروب کے خانے اوپر نیچے دیکھے۔ مطلوبہ شے نہیں مل رہی تھی۔ یا شاید وہ ڈسٹرب تھا۔

''کیا میں چلی جاؤں؟''

وہ بیڈ سائیڈ ٹیبل کے دراز کھول کے چیک کر رہا تھا جب چوکھٹ سے آواز آئی۔ اس کے ہاتھ تھم گئے۔ لیکن وہ

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

مڑا نہیں۔

''تم یہاں رہ سکتی ہو۔ میں جا رہا ہوں۔'' سرد لہجے میں کہا اور دوسرا دراز کھولا۔

''کہاں جا رہے ہیں؟'' ننھے قدم قریب آ رہے تھے۔ اسے ایک جگہ ٹھہرے رہنے کی عادت نہیں تھی۔

''دوہا۔'' وہ جواب نہیں دینا چاہتا تھا لیکن نہ جانے کیسے پھسل گیا۔

''آپ دوہا میں کیا کرتے ہیں۔''

''دوہا بھی میرا اپنا شہر ہے۔ وہاں ہمارا دوسرا آفس ہے۔'' وہ غائب دماغی سے دراز کی چیزیں الٹ پلٹ کر رہا تھا۔

''پتہ ہے میں کہاں رہنا چاہتی ہوں؟'' وہ اس کے کندھے کے قریب آ رکی تھی۔ بے بی پاؤڈر کی خوشبو۔

''کہاں؟'' ماہر نے چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا۔ وہ پنجوں کے بل سائیڈ ٹیبل کے ساتھ بیٹھا تھا اور وہ اس کے برابر تھی۔

''استنبول۔ بیربل کے شہر میں۔ بیربل ترکش ہے نا۔'' وہ مسکرائی۔ اس کے ایک گال میں گڑھا سا بنا۔ وہ اس مسکراہٹ کو بھی پہچانتا تھا۔

''بیربل ترکش نہیں ہے۔ وہ وہاں صرف پڑھنے گیا ہے۔ کیونکہ یہاں کی پڑھائی وہ کر نہیں سکتا۔'' وہ سر جھٹک کے دراز کی چیزیں نکالنے لگا۔

''بیربل ترکش ہے۔'' وہ زور دے کر بولی۔ پھر جواب نہ پا کے پوچھا۔ ''آپ کیا ڈھونڈ رہے ہو؟''

''میرا لائٹر تھا ادھر۔''

''دوہا میں لائٹرز نہیں ہوتے کیا؟''

ماہر نے گہری سانس لی۔ وہ ان سوالوں سے تنگ نہیں ہو رہا تھا۔

''اس پہ میرا نام لکھا تھا۔ مجھے وہی چاہیے۔''

''اگر نہ ملا تو؟'' وہ کبھی ایک پیر پہ کھڑی ہوتی کبھی دوسرے پہ۔ بالوں کو مسلسل انگلیوں پہ لپیٹ رہی تھی۔

''تو میں چلا جاؤں گا۔''

''کیا آپ دوہا سے میرے لیے کچھ لاؤ گے؟''

اس نے ہلال کی طرف دیکھا۔ وہ امید سے اس کو دیکھ رہی تھی۔ اس کا چہرہ شفاف ترین چہروں میں سے تھا۔ پھر

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

جیسے وہ چونکا۔ وہ شمس کی بیٹی تھی۔ سر جھٹکا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے جانا تھا۔

''آپ کو اوپر والے کمرے میں رہنے سے ڈر نہیں لگتا؟'' وہ چوکھٹ پہ تھا جب وہ بولی۔ ماہر کے قدم رک گئے۔

''کیوں؟'' مڑ کے تعجب سے اسے دیکھا۔

''اگر آپ صبح سیڑھیاں اترتے ہوئے گر گئے تو؟''

اس کے ابرو اچھنبے سے اکھٹے ہوئے۔ کچھ تھا ہلال کے لہجے میں جو عجیب تھا۔ دکھ۔ ویرانی۔ اس نے بغور اسے دیکھا۔

وہ چھوٹی سی بچی بیڈ کے کنارے کھڑی اس کے جواب کی منتظر تھی۔

''میں کیوں گروں گا؟''

''میری ماما کا روم بھی اوپر ہے۔ اور وہ بار بار سیڑھیوں سے گر جاتی ہیں۔''

ساری کائنات ایک پل کے لیے ساکن ہوگئی۔ اور وہ جیسے نمک کا مجسمہ بن کے رہ گیا۔ شاید اسے پیچھے مڑ کے نہیں دیکھنا چاہیے تھا۔

''ماں سیڑھیوں سے گری ہیں؟ کب؟''

ہلال نے افسردگی سے شانے اچکائے۔ ''کبھی three days بعد۔ کبھی seven days بعد۔'' انگلیوں پہ گن کے دکھایا۔

اسے چند لمحے لگے تھے سمجھنے میں۔ اور واللہ ماہر فرید کے اندازے لوگوں کے بارے میں غلط نہیں ہوتے تھے۔ جیسے ہی ذہن نے اس بات کو ڈی کوڈ کیا' اس کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔ گھٹن۔ ہر طرف گھٹن تھی۔ اس نے بے اختیار ٹائی ڈھیلی کی۔

وہ منتظر نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ماہر نے لب کھولے۔ وہ کچھ اور بھی پوچھنا چاہتا تھا۔ کب۔ کیسے۔ کتنی بار۔ اس نے اور کیا دیکھا۔ لیکن اس کے سامنے ایک چھے برس کی بچی تھی۔ جس کے لمبے بال اونچی پونی میں بندھے تھے۔ اس کی نظریں ہلال کے بالوں پہ ٹھہر گئیں۔

''تم بال مت کٹوانا۔'' وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا' لیکن لبوں سے یہی پھسل گیا۔ الفاظ نے اپنا راستہ خود بنالیا تھا۔ پھر وہ رکا نہیں۔ تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگا۔ آج سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ بھی اندر ہی اندر بہت دفعہ گرا تھا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دوہا (قطر) کا حمد انٹرنیشنل ائیر پورٹ دنیا کے سب سے خوبصورت ائیر پورٹس میں شمار ہوتا ہے۔ عرب بدوؤں نے صحراؤں سے نکلنے کے بعد جس چیز میں ترقی کی ہے' وہ خوبصورت اور پر تعیش عمارتیں بنانا ہے۔ لیکن ماہ بینہ مبین کے گرد اس وقت ائیر پورٹ کی دیواریں تنگ ہو رہی تھیں۔ یوں لگتا تھا ابھی چھت بھی سر پہ آن گرے گی۔

اسے لاہور سے یہاں لینڈ کیے کچھ دیر ہی ہوئی تھی۔ عباد کے پیسے بچانے اور کفایت شعور بہو کا تمغہ حاصل کرنے کے لیے ماہی نے اپنی طرف سے بہت عقلمندی کرتے ہوئے کنیکٹنگ فلائٹس کی جگہ دو دو مختلف فلائٹس بک کروائی تھیں۔ ڈائریکٹ فلائٹ بہت مہنگی تھی اور وہ بارہ چودہ گھنٹے ایک ساتھ جہاز میں بیٹھ نہیں سکتی تھی۔ کنیکٹنگ فلائٹ پہلے لاہور سے دوہا جاتی' اور وہاں سے فرینکفرٹ اور پھر امریکہ۔ لیکن اسے ایک دوسرا آپشن نظر آیا جو ستر ہزار روپے سستا تھا۔ وہ لاہور سے دوہا جائے گی' اور وہاں سے الگ فلائٹ لے کر قاہرہ' اور قاہرہ سے نیویارک۔ دوہا اور قاہرہ کی فلائٹ connected نہیں تھی۔ عباد کی امی نے سنتے ہی بس اتنا تبصرہ کیا تھا کہ دھیان کرنا' بعض اوقات ائیر لائن والے سامان اگلے جہاز پہ بھیج دیتے ہیں اور اگر دوہا پہنچنے پہ تمہیں سامان موصول نہ ہوا' تو تمہاری اگلی دونوں فلائٹس ضائع ہو سکتی ہیں۔ لیکن انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔

ماہی پہلی دفعہ باہر کے ملک سفر کر رہی تھی اور وہ یہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی اسے کم عقل یا کم علم سمجھے۔ اپنی طرف سے اس نے بہت سستا اور پلان بنایا تھا۔

لیکن دوہا میں اترنے کے بعد جب وہ اپنا سامان لینے بیگیج ایریا میں گئی تو اسے معلوم ہوا کہ اس کا سامان اگلی فلائٹ سے آ رہا ہے جو کہ چھ گھنٹے بعد لینڈ کرنی ہے۔ ماہی کو دو گھنٹے بعد قاہرہ کی فلائٹ پکڑنی تھی۔ اگر اس نے connecting فلائٹ لی ہوتی' تو اس کا سامان فائنل منزل یعنی نیویارک ہی پہنچتا۔ لیکن چونکہ اس نے خود سے الگ فلائٹ لی تھی' وہ سامان لیے بغیر وہاں سے نہیں جا سکتی تھی۔

اس وقت' ایک انفارمیشن ڈیسک کے سامنے کھڑے ماہی کو احساس ہوا کہ اس نے اپنی ساس کی بات نہ مان کے کتنی بڑی غلطی کر دی ہے۔ یا شاید وہ آفیسر اسے غلط بتا رہا تھا۔ اس کا سامان لیٹ کیسے ہو سکتا تھا؟

''میرا سامان کب آئے گا؟''

اس نے جھک کے پھر سے پوچھا۔ کندھوں پہ بیک پیک پہنے' چھوٹے بالوں کو ہیئر بینڈ سے پیچھے کیے' وہ بورڈنگ پاس اور پاسپورٹ ہاتھ میں لیے پریشان کھڑی تھی۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''آپ کا سامان اگلی فلائٹ سے آ رہا ہے۔ چھ گھنٹے بعد۔'' اب کے آفیسر نے قدرے تنگ آ کے کہا۔ لائن میں ماہی کے پیچھے دوسرے لوگ بھی کھڑے تھے اور وہ ان کا راستہ روکے ایک ہی بات بار بار پوچھے جا رہی تھی۔

''مگر میں نے دو گھنٹے میں قاہرہ کی فلائٹ لینی ہے اور وہاں سے امریکہ جانا ہے۔ میری فلائٹس نان ریفنڈیبل ہیں (تبدیل نہیں ہو سکتیں)۔ وہ ضائع ہو جائیں گی۔''

آفیسر نے تھک کے سے اسے دیکھا۔ ''میں آپ کو یہی سمجھا رہا ہوں۔ آپ کو connecting فلائٹ لینی چاہیے تھی۔ آپ کے ٹکٹ پہ فائنل منزل دوہا لکھی تھی۔ ائیر لائن آپ کا سامان صرف دوہا تک پہنچانے کی ذمہ دار ہے۔''

کسی نے پیچھے سے اس کا کندھا تھپتھپایا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کے پیچھے والے کو روکا۔

''ایک منٹ میں بات کر رہی ہوں۔'' اور آفیسر کی طرف جھکی۔ ''لیکن میرا سامان اسی فلائٹ سے آنا چاہیے تھا نا۔ پلیز کچھ کریں۔''

''ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ آپ کو چھ گھنٹے انتظار کرنا ہوگا۔ اور قاہرہ امریکہ واٹ ایور کے لیے نئی فلائٹ لینی ہوگی۔'' وہ اب کے تلخی سے بولا اور اسے ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔ پیچھے لگی قطار میں لوگ انتظار کر رہے تھے۔ کسی نے پھر سے اس کا کندھا تھپتھپایا۔ وہ جھنجھلا کے پیچھے والے سے بولی۔

''دیکھ نہیں رہے میں بات کر رہی ہوں؟ دو منٹ انتظار کر لو۔''

پھر غصے سے انفارمیشن ڈیسک پہ بیٹھے آفیسر کو دیکھا۔

''آپ لوگوں کی غلط مینیجمنٹ کی وجہ سے یہ سب ہوا ہے۔ میں نا آپ کی ائیر لائن کے خلاف ٹوئیٹر پہ ٹرینڈ چلاؤں گی۔ اور....'' اس کی آواز ٹوٹی۔ اور وہ کیا کرے گی؟ پرایا ملک۔ پرائی جگہ۔ پہلی دفعہ بیرون ملک سفر کیا تھا۔ عباد کا سارا ددھیال جمع ہوگا امریکہ میں۔ شادی پہ سب ماہی کو ہی گوسپ کا موضوع بنائیں گے۔

''میں بات کروں ان سے؟'' پیچھے کھڑے مرد نے آہستہ سے کہا تو وہ غصے سے پلٹی۔ اس کی آنکھیں گیلی تھیں۔

''میں اپنے حق کے لیے خود بول سکتی ہوں۔ مجھے کسی کی ہیلپ نہیں چاہیے۔''

وہ کوئی پاکستانی تھا۔ ایک تو یہ پاکستانی ائیر پورٹ پہ اکیلی پاکستانی لڑکی دیکھ کے فوراً سے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔

''ٹھیک ہے۔ روتی رہو۔'' اس نے ہلکے سے شانے اچکائے۔ وہ کلین شیو اور دراز قد آدمی تھا۔ کوٹ بازو پہ ڈالے ٹائی ڈھیلی کیے کھڑا وہ بار بار کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھ رہا تھا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''ہم آپ کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔ سوری۔'' آفیسر نے اب کے ضبط سے کہا تو وہ چپ چاپ ایک طرف ہوگئی۔ ایک آنسو آنکھ سے ٹپکا۔ پیچھے آتی آوازوں سے اسے اندازہ ہوا کہ وہ آدمی لندن جانے والی اگلی فلائٹ کا ہو چھوڑ رہا تھا۔

وہ ان سب کی طرف پشت کیے کھڑی ہوگئی اور موبائل نکالا۔ وہ اسے پہلے ہی ائیر پورٹ کے نیٹ سے connect کر چکی تھی۔ مالا اور ماں کو کیا پریشان کرتی۔ اسے عباد کو ہی کال ملانی تھی۔

مگر عباد کا فون آف تھا۔ وہ بار بار اسے کال ملانے لگی۔ عباد کام سے دوسرے شہر گیا ہوا تھا۔ وہ سسرال والوں کے ساتھ نہیں تھا۔ اور فی الحال وہ سسرال نہیں کال کر سکتی تھی۔ خالہ بے شک خالہ تھیں لیکن اب وہ ساس بھی تھیں۔

لندن کی فلائٹ کا پوچھنے والا مرد ڈیسک سے ہٹا اور ماہی کے ساتھ سے گزر کے آگے بڑھ گیا۔ وہ سر جھکائے آنسو صاف کرتے ہوئے عباد کو کال ملا رہی تھی۔

وہ چند قدم دور رکا۔ جیسے ضبط سے گہرے سانس لیے۔ پھر وہ واپس آیا۔ اسے محسوس ہوا کہ وہ اس کے سامنے آرکا ہے۔

''رو کیوں رہی ہو؟''

ماہی نے گیلا چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا۔ وہ اتنی جلدی رونے والوں میں سے نہیں تھی لیکن پریکتسی ہارمونز۔ اُف۔

''کیونکہ میں پریشان ہوں۔'' پھر غصے سے انفارمیشن ڈیسک کی طرف دیکھا۔ ''قطر ائیر لائن کے خلاف میں ٹوئیٹر پہ اتنے ٹرینڈز چلاؤں گی کہ یہ یاد رکھیں گے۔''

بازو پہ کوٹ ڈالے آدمی نے افسوس سے سر دائیں بائیں ہلایا۔

''اس سے کیا ہوگا؟''

''پتہ نہیں۔'' پھر اسے اپنے لہجے کا احساس ہوا۔ ''سوری میں کچھ زیادہ ہی بول گئی۔ میں پریشان تھی۔ میری جگہ آپ بھی ہوتے تو یہی کرتے۔'' ٹشو سے سرخ ناک رگڑی۔

''میں تمہاری جگہ ہوتا تو ایسے بالکل نہ کرتا۔''

''اچھا؟ آپ کیا کرتے؟''

وہ آنکھوں کی پتلیاں سکوڑ کے اس آدمی کو غور سے دیکھنے لگی۔ وہ خوش شکل اور پراعتماد سا تھا۔ قیمتی سوٹ، چمکتے جوتے، کلائی کی گھڑی، اس کی ہر شے سے امارت جھلکتی تھی۔ وہ کوئی عام سا مسافر نہیں تھا جو صرف اس سے بے تکلف

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

ہونا چاہتا تھا۔

''میں ائیر لائن کو ٹوئیٹر ٹرینڈ کی دھمکی نہ دیتا۔ چچ۔'' جیسے اس پہ افسوس کیا۔ ماہی کے ابرو ناراضی سے اکٹھے ہوئے۔ وہ کچھ کہنے لگی لیکن اس آدمی نے انگلی اٹھا کے اسے روک دیا۔ اور خود واپس انفارمیشن ڈیسک تک آیا۔ وہاں اب رش نہیں تھا۔

''اس مسافر کی اگلی دو فلائٹس قطر ائیر لائن کی نااہلی کی وجہ سے مس ہوئی ہیں۔'' وہ سنجیدگی سے اس سے مخاطب تھا۔ ''پہلے آپ لوگ صرف بیگز توڑتے تھے' اب آپ سامان بھی وقت پہ نہیں پہنچاتے۔''

''سر... ان کی فائنل منزل دوہا تھی۔ ان کا سامان یہیں پہنچے گا۔ میں نے انہیں بتایا ہے۔''

''لیکن آپ نے انہیں یہ نہیں بتایا کہ اگر ائیر لائن کی غلطی کی وجہ سے ان کا مالی نقصان ہوتا ہے' تو ائیر لائن اس نقصان کو ادا کرے گی۔''

ماہی نے چونک کے اسے دیکھا۔ لب بے یقینی سے کھل گئے۔ (ہیں؟)

وہ برہمی سے کہہ رہا تھا۔ ''یہ آپ کی ویب سائٹ پہ لکھا ہے۔'' ساتھ ہی موبائل اسکرین اس کے سامنے کی۔

آفیسر کے تاثرات بدلے۔ اس نے ہلکے سے شانے اچکائے۔ ''جی۔ وہ نئی فلائٹ لے کر کلیم داخل کر سکتی ہیں۔ ائیر لائن ان کو نئی فلائٹس کی قیمت ری فنڈ کر دے گی۔''

''اس نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟'' ماہی کا منہ کھل گیا۔ (کم بخت۔)

وہ مڑ کے اسی خفگی سے اسے دیکھنے لگا۔ ''وہ تمہیں کیوں بتائے گا۔ فلائٹ بک کرواتے وقت terms and conditions انسان نے خود پڑھنی ہوتی ہیں۔'' پھر وہ سیدھا ہوا۔ ''اب رونا بند کرو۔ اور نئی فلائٹس بک کرواؤ۔''

کہہ کے وہ رکا نہیں۔ آگے بڑھ گیا۔ وہ تیزی سے موبائل نکال کے ویب سائٹ کھولنے لگی۔ اسے اب تسلی سے تمام شرائط وضوابط پڑھنی تھیں جنہیں وہ ''آئی ایگری'' کا بٹن دبا کے آگے کر دیتی تھی۔ پھر اچانک سے اس نے سر اٹھا کے دیکھا۔

وہ اب وہاں کہیں نہیں تھا۔ ائیر پورٹ کے انسانوں کے ہجوم میں وہ کہیں دور چلا گیا تھا۔ نہ معلوم کون تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کشمالہ کو شادیاں ہمیشہ بورنگ لگتی تھیں۔ سج سنور کے جاؤ اور ہال کی ایک میز پہ جا کے بیٹھ جاؤ۔ پھر کھانا

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

کھاؤ' تصاویر بنواؤ اور واپس آ جاؤ۔ اور ماہی کے بغیر تو وہ مزید بورنگ تھیں۔ لیکن کزن کا ولیمہ تھا اور ماں اکیلی نہیں جا سکتی تھیں۔ ان کو کمپنی دینے کے لیے وہ ان کے ساتھ چلی آئی تھی۔ ذہن ماہی کی طرف اٹکا ہوا تھا۔ ماں بھی زیرِ لب اسی کے لیے کچھ پڑھے جا رہی تھیں۔ ان کی بیٹی پہلی دفعہ اکیلے بیرون ملک کا سفر کر رہی تھی۔ وہ بھی تین فلائٹس بدل کے۔ وہ بار بار ماں کو تسلی دیتی کہ ماہی ماہی ہے۔ اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ وہ ٹھیک رہے گی۔ لیکن ماں پریشان سی تھیں۔

ولیمے میں شرکت نے ان کا ذہن قدرے بانٹ دیا۔ آج ان کو تیار کرنے والی ماہی نہیں تھی اس لیے وہ واجبی سا تیار ہوئی تھیں۔ مالا خود بھی ہلکی پھلکی ہی تیار ہوا کرتی تھی۔ اس نے ہلکے کام والا سبز جوڑا پہن رکھا تھا۔ چھوٹے بال کھلے تھے اور کانوں میں نگینوں والے ائیر رنگز تھے۔ گالوں کے دانے آج کل ذرا زیادہ خراب ہو رہے تھے۔ اس لیے وہ میک اپ بالکل نہیں کرتی تھی۔ حتیٰ کہ سبز آنکھوں کے گرد لائنر بھی نہیں لگاتی تھی۔ الرجی سی ہونے لگتی۔ جوتے بھی فلیٹ ہی پہنتی۔ ان کے خاندان میں غیر شادی شدہ لڑکیوں کا میک اپ کرنا یا اونچی ہیلز پہننا اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ ان سب ارمانوں کو پورا کرنے کے لیے لڑکیاں شادی کا انتظار کرتی تھیں۔

فنکشن ویسا ہی تھا جیسا لاہور کا کوئی بورنگ فنکشن ہوتا ہے۔ یہاں بخت بی کے گھر کی شادی کی طرح دیگ تھی نہ ہی ٹپے۔ بس سجے سنورے لوگ تھے۔ مصنوعی باتیں اور کھوکھلے قہقہے تھے۔

وہ بورسی ہو کے ماں کے ساتھ چل رہی تھی۔ ماں بھی ایک جگہ رک نہیں رہی تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ہر رشتے دار سے مل رہی تھیں۔ وہ بھی ساتھ ہی مسکرا کے سب سے ملتی۔

دفعتاً نگاہ سامنے ایک میز پہ جا ٹھہری۔ وہاں ثمرین آنٹی کبیرہ تائی کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ کبیرہ اس زمانے میں بھی ایسی ہی تھیں۔ وہی ساڑھی پہننے کا انداز۔ وہی بوائے کٹ بال۔ وہ رخ موڑ کے بیٹھی تھیں' ایسے کہ وہ دور سے آتی حورِ جہاں اور کشمالہ کو دیکھ سکتی تھیں۔ انہیں دیکھ کے وہ رسمی سا مسکرا بھی دیں۔ ماں اور کشمالہ بھی مسکرا دیں۔

یہ وہ زمانہ تھا جب کبیرہ سے ان کی بول چال بند نہیں ہوئی تھی۔

ثمرین آنٹی نے انہیں نہیں دیکھا تھا۔ ان کی اس جانب پشت تھی۔

اُف۔ اب ان سے بھی ملنا پڑے گا جنہیں امیر بہو چاہیے تھی۔ کشمالہ کا دل تھوڑا خراب ہوا لیکن خیر مجبوری تھی۔ ثمرین اور سہیل مادیت پرست تھے تو کیا ہوا۔ وہ بھی اعلیٰ ظرف تھی۔ مسکرا کے مل لے گی۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

اس نے بس ایک گہرا سانس لیا اور خود کو ٹھنڈا کر لیا۔ پھر ماں کے ساتھ ان کی طرف چل دی۔

کبیرہ کنکھیوں سے انہیں دیکھتی ہوئی ثمرین سے بات کر رہی تھیں۔ جب وہ دونوں اتنے قریب آ گئیں کہ سماعت کی حد میں تھیں تو کبیرہ نے چہرے پہ حیرت لاتے ہوئے ثمرین کو مخاطب کیا۔

''آپ سہیل کا رشتہ کر رہی تھیں ناحورے کی بیٹی سے۔ اس کا کیا بنا؟''

وہ دونوں جہاں تھیں، وہیں رک گئیں۔ ساکن۔

''بس کیا بتاؤں کبیرہ۔'' ثمرین جس طرح ایک دم پھٹ کے بولیں، مالا اور ماں وہیں رک گئے۔ ساکن۔ جامد۔ ان کے عین پیچھے۔

''میں نے تو خاندان کی وجہ سے لڑکی پسند کر لی۔ حورے کو کہہ بھی دیا۔ لیکن سہیل تو اس کو دیکھتے ہی ہتھے سے اکھڑ گیا۔ اتنا غصہ ہوا مجھ پہ کہ آپ نے لڑکی کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ دانوں سے بھرا ہوا۔ کیا ایسی لڑکی رہ گئی تھی اس کے لیے؟ اب کبیرہ انصاف کی بات کرو، میرا ایک ہی بیٹا ہے، بے انتہا خوبصورت۔ اس کے ساتھ لڑکی میچ تو کرنی چاہیے۔ اور جس لڑکی کو اپنے چہرے کا ہی خیال نہ ہو، وہ اس کے ساتھ کیسے چلے گی۔''

اسے محسوس ہوا کہ ماں نے اس کا ہاتھ زور سے تھاما ہے۔ جیسے اس کو رکے رہنے کا اشارہ کیا ہے۔ وہ خود بالکل خاموش کھڑی تھیں۔ چہرے پہ کوئی تاثر نہیں تھا۔ لیکن مالا.... اس نے فوراً بے یقینی سے ماں کو دیکھا۔ ہر بچہ مشکل میں پڑنے پہ سب سے پہلے ماں کو دیکھتا ہے۔

ماں سامنے دیکھ رہی تھیں۔ مالا کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ ان کا ہاتھ ٹھنڈا تھا۔ مالا کا گرم تھا۔ اس نے گرم کو ٹھنڈے سے چھڑا لیا۔ ایک دم وہ مڑی اور تیزی سے ان سب سے دور ہٹتی گئی۔ اس کا رخ میرج ہال کے واش رومز کی طرف تھا۔ دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ ابھی اس نے ثمرین کے الفاظ ٹھیک سے اندر اتارے بھی نہیں تھے۔ بس اسے اتنا معلوم تھا کہ اسے اپنا چہرہ دنیا سے چھپانا ہے۔

حورِ جہاں بیگم نہ واپس مڑیں، نہ رکیں۔ وہ قدم قدم اٹھاتیں اپنے بھاری وجود کو لیے اسی ٹیبل کے قریب آئیں۔ انہیں دیکھ کے کبیرہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ مسکرا کے ان کا استقبال کیا۔ ثمرین آنٹی کے چہرے پہ پریشانی آئی۔ گھبراہٹ سے سلام کیا۔ لیکن حورِ جہاں اسی سنجیدگی سے ان کے سامنے کرسی پہ بیٹھیں۔ سر پہ شفون کا نیلا دوپٹہ لیے، ایک کندھے پہ شال ڈالے، کانوں اور گردن میں موتی پہنے، سبز آنکھوں والی حورِ جہاں نے بڑے وقار سے ان دونوں کے سلام کا جواب دیا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

ثمرین گھبرا کے بار بار کبیرہ کو دیکھتیں۔ لیکن کبیرہ مسکرائے جا رہی تھیں۔ دل میں جیسے ٹھنڈا اتر گئی تھی۔

''کیسی ہو کبیرہ؟'' حورِ جہاں نے نرمی سے اس سے پوچھا۔

''خوش ہوں۔ مزے میں ہوں۔'' کبیرہ کی اسموکی آئیز سے سجی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

''عنایہ کیسی ہے؟'' انہوں نے اگلا سوال پوچھا۔ کبیرہ اسی طرح مسکرائے گئیں۔

''ٹھیک ہے۔ پڑھائی میں بزی ہے۔''

''اللہ تمہاری بیٹی کو نیک بخت لگائے' کبیرہ۔ بیٹیاں سب کی سانجھی ہوتی ہیں۔''

کبیرہ نے مسکرا کے آمین کہا۔ حورِ جہاں کے درس ان پہ بے اثر تھے۔ حورِ جہاں کی بات ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی۔ وہ اسی سنجیدگی سے کہنے لگیں۔

''ویسے بیٹے بھی سانجھے ہوتے ہیں۔ ان کا غم بھی سانجھا ہوتا ہے۔ تمہارے انگلینڈ میں ایک ہمسائے تھے ریٹائرڈ بریگیڈیئر محمود صاحب۔ وہ معید کے ابو کے بھی دوست تھے۔ ان کی ڈیتھ کے بعد بھی جب بھی پاکستان آئیں' ہماری طرف ضرور آتے ہیں۔''

کبیرہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

''انہوں نے بتایا تھا تمہارے بیٹے کی موت کا کبیرہ۔ مجھے بہت افسوس ہوا تھا۔'' ان کی آنکھیں کبیرہ کے چہرے پہ گڑی تھیں اور آواز آہستہ تھی۔

کبیرہ کی رنگت بدلی۔ ثمرین چونک کے ان دونوں کو دیکھنے لگیں۔

''لیکن میں نے کبھی افسوس نہیں کیا تم سے۔ کیونکہ ہم نہ کسی کی اولاد پہ جھوٹ باندھتے ہیں' اور نہ ان کا سچ کسی کو بتاتے ہیں۔ یہ میرے ماں باپ کی تربیت نہیں ہے۔'' وہ کبیرہ پہ نظریں جمائے کہہ رہی تھیں۔ ان کی آواز میں ایک دھمکی تھی۔

کبیرہ سادان بالکل شل رہ گئی۔ بے اختیار ادھر ادھر دیکھا۔ کہیں کوئی سن نہ لے۔

''جس کو دولت چاہیے اس کو دولت ہی ملے گی۔ (ایک کاٹ دار نظر ثمرین پہ ڈالی۔) جس کو صورت چاہیے اس کو صورت ہی ملے گی۔ اللہ شکر خورے کو شکر دے ہی دیتا ہے اور وہی اللہ میری بیٹی کو دوہرا بخت لگائے گا۔ ایسا بخت کہ دنیا دیکھے گی۔ یہ اس کی ماں کی دعا ہے۔ خوش رہو تم لوگ اپنی دنیا میں۔'' وہ گھٹنوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اٹھ گئیں۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

دونوں خواتین شل بیٹھی تھیں۔ اپنے اپنے بیٹوں کی وجہ سے۔ پھر ثمرین وہاں سے اٹھ گئیں۔ جاتے جاتے انہوں نے ناپسندیدگی سے کبیرہ کو دیکھا تھا۔ وہ اپنے سہیل کا رشتہ اس عورت کی بیٹی سے نہیں کر سکتی تھیں جو اپنے مرے ہوئے بیٹے کو زندہ بتاتی ہو۔

حورِ جہاں بیگم دھیرے دھیرے چلتی وہاں سے دور جا رہی تھیں۔ انہیں اپنی بیٹی کی تلاش تھی۔

اور میلے میں بچھڑ جانے والے بچے کو اس کی ماں تلاش کر ہی لیتی ہے۔ چاہے وہ جہاں بھی چھپ جائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

''آئی ایم سوری۔ آپ کا کارڈ کام نہیں کر رہا۔''

یہ ایک دوسرا ڈیسک تھا اور یہاں بیٹھا نوجوان کافی خوش اخلاق تھا۔ نہ اس سے آن لائن ٹکٹ بک ہو رہا تھا۔ نہ کارڈ یہاں کام کر رہا تھا۔ پاکستانی بینکوں کے مسئلے۔ اف۔ اوپر سے اس کے پاس اتنا کیش بھی نہیں تھا کہ ٹکٹ کی قیمت بھر سکتی۔ ایئر لائن تو بعد میں واپس کرے گی۔ ابھی تو لاکھوں روپے کا یہ خرچا اسے ہی کرنا تھا۔

ماہی کو ایک دفعہ پھر ایئر پورٹ کی دیواریں تنگ ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ کچھ اسٹریس۔ کچھ پریگنینسی ہارمونز۔ اس کا دل دھاڑیں مار مار کے رونے کو چاہ رہا تھا۔

''ایک دفعہ پھر ٹرائی کر دیں۔'' اس نے اپنا کارڈ بڑھایا۔ نوجوان نے پھر سے اسے لگایا لیکن بے سود۔ اس نے معذرت کے ساتھ کارڈ واپس کر دیا۔

ماہی کی آنکھیں پھر سے گیلی ہوئیں۔ کمر کا درد اب شدید ہوتا جا رہا تھا۔ عباد بھی فون نہیں اٹھا رہا تھا۔ اسے اب کہیں بیٹھنا تھا۔ قریبی ویٹنگ ایریا میں لوہے کی غیر آرام دہ کرسیاں رکھی تھیں۔ اور سب فل تھیں۔ وہ ایک راہداری میں مڑ گئی اور چھوٹے قدموں سے آگے چلنے لگی۔ عباد کا فون آف تھا۔ سسرال فون کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ عباد کے خاندان میں باتیں آگے نکل جاتی تھیں۔ سارے پاکستان کو خبر ہو جاتی اور سب کہتے کہ ماہی کی غلطی ہے۔ ساس نے کہا بھی تھا کہ کنیکٹنگ فلائٹ لو۔ سب اس کا مذاق اڑائیں گے۔ چار سدہ کی پینڈو کہیں گے اس کو۔

بیس سالہ ماہ بینہ کی آنکھیں پھر سے بھر آئیں۔ اُف وہ کیا کرے۔

وہ چھوٹے چھوٹے قدموں سے چلتی آگے بڑھ رہی تھی۔ اس نے چند لوگوں کو روک کے پوچھا بھی کہ وہ کیا کرے۔ لیکن سب اس مرد جیسے نہ تھے۔ لوگ جلدی میں تھے۔ کسی کی فلائٹ نکلی جا رہی تھی۔ کسی کو سامان اٹھانے کی جلدی تھی۔ کسی کے پاس رک کے مشورہ دینے کے لیے وقت نہیں تھا۔ ایک راہداری میں اسموکنگ رومز بنے تھے۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

شیشے کی دیوار کے پار کچھ مرد اور عورتیں کسی ایک طرف منہ کیے اسموکنگ کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ کیا نشہ تھا یہ بھی۔ ائیر پورٹس پہ بھی ان کو چین نہیں ہے۔ ماہی نے ناپسندیدگی سے انہیں دیکھا اور سر جھٹک کے آگے بڑھنے لگی۔ اور تبھی وہ اسے دوبارہ نظر آیا۔ وہ رک گئی۔

وہ ایک کرسی پہ بیٹھا' ٹانگ پہ ٹانگ جمائے' لبوں میں سگار دبائے ہوئے تھا۔ وہ دوسرے لوگوں کی طرح موبائل استعمال نہیں کر رہا تھا۔ بس خاموشی سے چھت کو دیکھتا کچھ سوچ رہا تھا۔

اس انسانوں سے بھرے ائیر پورٹ پہ ماہ بینہ مبین کو جیسے امید کی ایک کرن نظر آئی۔

وہ شیشے کی دیوار کے قریب آئی۔ اور اس کے عین سامنے آ کے دستک دی۔

وہ اسی طرح اوپر دیکھتا رہا۔ آواز اس تک نہیں پہنچی تھی۔ شاید وہ کسی خیال میں گم تھا۔ کچھ اداس سا تھا اس کے بارے میں۔

ماہی نے جھنجھلا کے زور سے شیشہ بجایا۔ چند لوگ ادھر دیکھنے لگے۔ کسی نے اسے بتایا کہ دروازہ باہر سے کھل سکتا ہے۔ وہ سمجھے وہ اندر آنا چاہ رہی ہے۔ کسی نے اس آدمی کو پکارا۔ کوئی اسے بلا رہا ہے۔

وہ چونکا۔ نگاہ شیشے کے پار کھڑی اس لڑکی پہ پڑی تو اس نے گہری سانس لی۔

(ناٹ اگین۔) ماہر فرید نے اکتا کے سوچا۔ پھر کندھے اچکا کے پوچھا۔ (کیا ہے؟)

''باہر آئیں۔'' وہ پریشانی سے اسے باہر بلا رہی تھی۔ صرف وہی تھا جو اسے درست مشورہ دے گا۔

''تم اندر آ جاؤ۔'' وہ ٹیک لگائے بیٹھا رہا۔ بس دو انگلیوں سے اشارہ کیا۔ یہاں سے آواز نہیں جاتی تھی۔ اس کے اشارے پہ وہ جھنجھلا گئی۔

''پلیز باہر آئیں۔''

ماہر قدرے اکتا کے اٹھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر آیا۔ سگار ہاتھ میں تھا۔ شیشے کا دروازہ ذرا سا کھول کے باہر دیکھا۔ بہت سادھواں بھی باہر آیا

''اندر آ جاؤ۔ میں باہر نہیں آ سکتا۔ میں سگار کے درمیان میں ہوں۔''

''میں اس کے دھوئیں کے قریب نہیں جا سکتی۔'' جھنجھلا کے بولی۔ اب اس کو کیا کہے۔ ''آپ پہلے میری بات سن لیں۔ پھر سگریٹ پی لینا۔''

ماہر فرید کے ماتھے پہ بل پڑ گئے۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''یہ سگریٹ نہیں، سگار ہے۔'' انگلیوں میں پھنسا سگار اٹھا کے دکھایا۔

''ہاں تو ایک ہی بات ہے۔ وہ بھی زہر۔ یہ بھی زہر۔ اچھا باہر آئیں میری بات سنیں۔''

وہ یوں دروازہ کھول کے نہیں کھڑا ہو سکتا تھا۔ بددلی سے سگار بن میں اچھال دیا اور باہر آ گیا۔

''اب کیا ہوا ہے؟'' گہری سانس لے کر پوچھا۔ چہرے پہ کوفت تھی۔

''میرا شوہر میرا فون نہیں اٹھا رہا۔ اور میرا کارڈ کام نہیں کر رہا۔ میں کیا کروں؟''

ماہر نے گہری سانس لی۔ اُف۔

''تمہارے پاس پانچ چھے گھنٹے ہیں نا۔ بار بار کال کرو۔ اٹھا لے گا۔''

''اگر نہ اٹھایا تو میں کیا کروں گی؟'' وہ پریشان تھی۔ رونے والی۔ چڑچڑی سی۔

''وہ سیڑھیاں دیکھ رہی ہو۔'' اس نے بازو لمبا کر کے ایک طرف اشارہ کیا۔ ''اوپر جاؤ۔ اور جا کے کسی پبلک لاؤنج میں بیٹھ جاؤ۔ اور انتظار کرو۔''

ماہی نے اس طرف دیکھا۔ برقی سیڑھیاں جامد تھیں۔

''لفٹ نہیں ہے؟ میں سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتی۔''

وہ چونکا۔ سگریٹ کے دھوئیں سے بچنا۔ سڑھیاں نہیں چڑھ سکتی۔ بات بات پہ رونا۔ اوہ۔ اس کے کندھے ڈھیلے ہوئے تاثرات بدلے۔

''آؤ میرے ساتھ۔''

وہ چپ چاپ اس کے پیچھے چل دی۔ ماہی دوست نہیں بنایا کرتی تھی۔ وہ ہر ایک پہ شک کرتی تھی۔ لیکن کچھ تھا مقناطیسی سا اس آدمی کے بارے میں۔ کچھ ایسا جو دل کو غیر آرام دہ نہیں ہونے دیتا تھا۔ اس وقت وہ ایک غیر ملک میں اکیلی تھی اور سب نے کہا تھا کہ کسی اجنبی بالخصوص پاکستانیوں پہ بھروسہ نہ کرنا۔ لیکن ماہ بینہ مبین نے اس پہ بھروسہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

وہ اسے کچھ دیر اپنے پیچھے چلاتا گیا۔ پھر ایک ایکسیلیٹر کے دہانے رکا۔ وہاں باوردی سیکیورٹی گارڈ کھڑا تھا۔ ماہر نے اپنا فون نکالا اور اس میں موجود کارڈ اسکین کیا۔ پھر اس کی طرف اشارہ کیا۔ ''یہ میری گیسٹ ہے۔''

سیڑھیاں انہیں اوپر لے گئیں جہاں المرجان لاؤنج بنا تھا۔ دنیا کے بہترین ائیر پورٹ کا بہترین فرسٹ کلاس لاؤنج۔ رنگوں اور روشنیوں کی ایک الگ دنیا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

وہ بے اختیار گردن اوپر نیچے موڑ کے اطراف کو دیکھنے لگی۔ چند لمحوں کے لیے وہ اپنی ساری پریشانی بھول گئی تھی۔

ایک بڑے سے ہال میں جگہ جگہ آرام دہ صوفے رکھے تھے۔ زرد خوابیدہ سی بتیاں جل رہی تھیں۔ کچھ لوگ آرام کر رہے تھے۔ کچھ اپنے فونز اور لیپ ٹاپس پہ لگے تھے۔ ایک طرف وسیع و عریض تالاب بنا تھا۔ تالاب کے اوپر کی چھت چمکدار تھی۔ اس کی روشنی کے عکس سے تالاب کا پانی جھلملا رہا تھا۔

یہ کوئی اور دنیا تھی۔ اکانومی کلاس میں سفر کرنے والوں کو لوہے کی کرسیاں ملتی تھیں۔ یہ فرسٹ اور بزنس کلاس میں سفر کرنے والے امراء کا لاؤنج تھا۔

ماہر نے پانی کے قریب رکھے ایک صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ چپ چاپ بیٹھ گئی۔ ٹانگوں اور کمر کو سکون آیا۔ بیک پیک میز پہ رکھ دیا۔

''اب تم یہاں آرام سے انتظار کرو۔ اوپر ریستوران میں بفے لگا ہوا گا۔ وہاں جا کے کھانا کھاؤ اور مسئلے کا کوئی حل نکالو۔'' وہ ہدایات دیتا بس جانے لگا تھا۔

''آپ کہاں جائیں گے؟'' وہ تیزی سے بولی۔ دل ایک دم گھبرا گیا۔

''میں یہیں کہیں بیٹھ جاؤں گا۔ میرا سگار ٹائم تو تم نے خراب کر ہی دیا ہے۔''

''اگر خراب ہو ہی گیا ہے تو آپ یہیں بیٹھ جائیں۔ بس میرا شوہر فون اٹھا لے تو آپ چلے جایئے گا۔'' اسے سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اسے کیسے روکے۔ ''سوچیں آپ کی بہن مشکل میں ہوتی تو آپ کیا کرتے؟''

اپنی طرف سے ماہی نے ٹیپیکل پاکستانیوں والا حربہ استعمال کیا تھا۔

ماہر کے سارے اعصاب تن گئے۔ اس بات کی چوٹ الگ سی تھی۔ اس نے کچھ کہا نہیں۔ خاموشی سے اس کے سامنے صوفے پہ بیٹھ گیا۔

''تھینک یو۔'' وہ ممنون ہوئی۔ دل کو سکون آیا۔ وہ اکیلی نہیں تھی۔ ''اور سوری۔ آپ کا سگریٹ ٹائم خراب کرنے کے لیے۔''

''سگار۔'' آج اس نے غصے سے تصحیح نہیں کی۔ بس تالاب کو دیکھتے ہوئے دھیرے سے بولا۔

''ایک ہی بات ہے۔ نہیں؟''

''ایک بات نہیں ہے۔ سگریٹ زہر ہے۔'' وہ پانی پہ رقص کرتی روشنیاں دیکھ رہا تھا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''اور سگار کیا ہے؟''

''میری محبوبہ۔'' وہ اسی سنجیدگی سے بولا تو ماہی ایک دم ہنس پڑی۔

''سگار آپ کی ایڈکشن ہے۔ محبوبہ وغیرہ نہیں۔'' اپنے ازلی انداز میں بولی۔ پھر احساس ہوا کہ اپنی مدد کرنے والے آدمی کو ناراض کرنا دانشمندی نہیں تھی۔ جلدی سے مسکراہٹ روکی۔ ''سوری میں...''

''کیا پیو گی؟ میں کافی لینے جا رہا ہوں۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''تھینک یو۔ میں کیفین سے پرہیز کر رہی ہوں۔''

ماہر فرید نے گہری سانس لی۔ کم عمری کی شادی۔ پہلا بچہ۔ یہ کوئی وہمی لڑکی تھی۔ پرگنینسی کھونے سے ڈرنے والی۔ ورنہ اب اتنا کیا پرہیز... خیر۔

وہ عباد کو پھر سے کال ملانے کی کوشش کرنے لگی۔ بے سود۔ تھک کے اس نے ماں اور مالا کو کال کی۔ دونوں فون نہیں اٹھا رہے تھے۔ شاید ابھی ولیمے سے واپس نہیں آئے تھے۔ المرجان لاؤنج کے ماحول نے اس کے اعصاب کو ریلیکس کر دیا تھا۔ خیر ہے اس کے پاس بہت وقت ہے۔ وہ بہتر محسوس کر رہی تھی۔

گرین ٹی کا کپ اس کے سامنے میز پہ رکھا گیا تو وہ چونکی۔ پھر فون رکھ دیا۔ وہ اپنا کافی کپ لیے سامنے بیٹھ رہا تھا۔

''آپ کہاں سے آ رہے تھے؟'' اسے پہلی دفعہ اس اجنبی میں دلچسپی ہوئی۔

''لندن سے۔'' وہ گھونٹ بھرتے ہوئے تالاب کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کے برطانوی لہجے سے پہچان چکی تھی۔

''اور کہاں جا رہے ہیں؟''

''واپس لندن۔''

وہ چونکی۔ ''آپ آتے ساتھ ہی واپس جا رہے ہیں۔ خیریت ہے؟''

''ہاں۔'' وہ زیادہ بولنا نہیں چاہ رہا تھا۔

''پھر آپ کے آنے کا کیا فائدہ؟ ٹکٹ ہی ضائع کر دیے۔ امیر لوگوں کے بھی مزے ہیں۔'' کپ اٹھاتے ہوئے اس نے کہہ ڈالا۔ اب اس سے زیادہ ماہ بینا اپنی زبان کنٹرول نہیں کر سکتی تھی۔

''اچھا... اور کیا مزے ہیں امیر لوگوں کے؟'' وہ ٹیک لگائے ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بیٹھا اسے دیکھنے لگا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''وہ کسی بھی وقت مرضی کی فلائٹ لے سکتے ہیں۔ میری طرح ائیر پورٹس پہ خوار نہیں ہوتے۔''

''تم اپنے شوہر کے گھر والوں کو کال کر سکتی ہو۔''

''ہرگز نہیں۔ میرا سارا سسرال نیو یارک میں اکٹھا ہے۔ ان کو بتا دیا تو وہاں جو میرے ساتھ ہوگا نا' وہ بس مجھے پتہ ہے۔'' جھرجھری لی۔

وہ چونک کے اسے دیکھنے لگا۔ جیسے تشویش ہوئی ہو۔

''کیا وہ تم پہ ہاتھ اٹھائیں گے؟''

ماہی کا چہرہ گلابی ہوا۔

''کوئی ہاتھ اٹھائے تو سہی۔ میں ہاتھ توڑ کے رکھ دوں گی۔ میری ماں نے مجھے کمزور عورت نہیں بنایا۔ ہاں۔'' اس کا چہرہ تمتمانے لگا تھا۔ ''مجھے صرف گوسپ کا موضوع بننے سے ڈر لگتا ہے۔ کوئی مجھے بے وقوف نہ کہے۔ ہاتھ اٹھائیں تو سہی۔'' منہ میں ہی بڑبڑانے لگی۔

''کیا ہر عورت ہاتھ اٹھانے والے شوہر کا ہاتھ توڑ سکتی ہے۔'' وہ تھوڑی پہ انگلیاں رکھے سوچتی نظروں سے اسے دیکھے گیا۔

''بالکل توڑ سکتی ہے۔ اگر وہ پڑھی لکھی ہو اور بالخصوص امیر ہو۔ اب میری ملازمہ کی بیٹی کو دیکھ لیں۔'' وہ کپ میں ٹی بیگ اوپر نیچے کر رہی تھی۔ ''روز پٹتی ہے اپنے شوہر سے۔ مگر اسے نہیں چھوڑتی۔ اس دن بازو ٹوٹا ہوا تھا اس کا۔ میں نے پوچھا کیا ہوا ہے تو کہتی سیڑھیوں سے گر گئی تھی۔''

ماہی ایک دم چہرہ موڑ کے تالاب کو دیکھنے لگا۔ مٹھی بھینچ لی۔ اتنے زور سے کہ ناخن ہتھیلی میں پیوست ہو گئے۔

''اب مجھے بتائیں ... سیڑھیوں سے کوئی روز روز گر سکتا ہے کیا؟ مگر نہیں۔ ایک ہی بہانہ ہے سب بے چاری عورتوں کے پاس۔'' پھر تصحیح کی۔ ''غریب اور مڈل کلاس عورتوں کے پاس کیونکہ وہی پٹتی ہیں۔ امیر ہوتیں تو کوئی ہاتھ نہ لگا سکتا۔''

''امیر عورتوں پہ بھی تشدد ہوتا ہے۔'' وہ پانی کو دیکھتے ہوئے بولا تو آواز بہت آہستہ تھی۔

ماہی نے ناک سے مکھی اڑائی۔ اب وہ ریلیکس لگتی تھی۔

''نہیں ہوتا۔ اب آپ کے لندن میں کسی عورت کو کوئی انگلی سے بھی چھو لے تو وہ پولیس بلا لے گی اور...''

''لندن میں ہر سال اٹھانوے ہزار عورتیں اپنے شوہر یا بوائے فرینڈ کے تشدد کا نشانہ بنتی ہیں۔''

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

ماہی کے لب کھل گئے۔

''کیا؟'' اسے یقین نہیں آیا۔ ''لیکن وہاں تو آپ پولیس بلا سکتے ہیں۔''

بچپن سے ٹی وی ڈراموں اور فلموں میں یہی دیکھا تھا کہ باہر کے ملکوں میں نہ کوئی بچے کو مار سکتا ہے نہ بیوی کو۔

''یہ اٹھانوے ہزار وہ عورتیں ہیں جو پولیس کو بلاتی ہیں۔ پھر چند دن کی دوری اور ذرا سا جرمانہ بھرنے کے بعد ان کا آدمی ان کو منا لیتا ہے اور وہ واپس اسی ٹاکسک رشتے میں چلی جاتی ہیں۔ لاکھوں عورتیں وہ ہیں جو پولیس نہیں بلاتیں۔ اور وہ عموماً...'' اس نے تھوک نگلا... ''پڑھی لکھی اور... اور امیر عورتیں ہوتی ہیں۔''

ماہی کے ابرو تعجب سے اکٹھے ہوئے۔ ''پڑھی لکھی امیر عورتیں کیوں شوہر کا تشدد برداشت کرتی ہیں؟''

سامنے بیٹھے مرد کی بھوری آنکھوں میں تالاب کے پانی کا عکس ابھرا۔

''شاید ان کے بیٹوں نے ان کو چھوڑ دیا ہوتا ہے۔''

ماہی نے الجھ کے اسے دیکھا۔ ''ہیں؟ بیٹے کہاں سے آ گئے؟''

ماہر نے سر جھٹکا۔ اور ہلکے سے کنپٹی کو چھوا۔ جب سے ہلال نے وہ بات کہی تھی' اس کا سر درد سے پھٹے جا رہا تھا۔

''نہیں اٹھایا تمہارے شوہر نے فون؟''

''اس کو تو میں امریکہ جا کے پوچھوں گی۔ کمبخت۔'' اس نے دانت کچکچائے۔ پھر گھڑی دیکھی۔ ابھی کافی وقت تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ولیمے سے وہ جلد واپس آ گئی تھیں۔ واپسی کا سارا راستہ اس نے ماں سے کوئی بات نہیں کی۔ وہ بس کھڑکی کے پار دیکھتی رہی۔ ماں نے بیچ راستے میں اس کا ہاتھ تھاما۔ ان کا ہاتھ اب بھی ٹھنڈا تھا۔

''چھوٹے لوگوں کی چھوٹی باتوں کا برا نہیں مناتے۔''

لیکن اس نے ہاتھ چھڑا لیا۔ بس خشک آنکھوں سے باہر دیکھے گئی۔

گھر آ کے وہ اوپر اسٹوڈیو میں چلی گئی اور دروازہ لاک کر لیا۔ مالا یہی کیا کرتی تھی۔ اسے جب بھی کوئی صدمہ ملتا' وہ خود کو ہر چیز سے الگ کر لیتی۔ دور چلی جاتی۔ سب کو چھوڑ دیتی۔ یہ اس کا سیلف ڈیفنس میکنزم تھا۔

ماں نے دو تین دفعہ بخت بی کے ہاتھ پیغام بھیج کے اسے بلایا لیکن وہ نہیں آئی۔

''ابھی تک دروازہ نہیں کھولا؟'' ماں کچن کاؤنٹر کے ساتھ کرسی پہ بیٹھی تھیں جب بخت بی ٹرے واپس لائیں۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

چہرے پہ مایوسی تھی۔حور جہاں بیگم نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور اسے جانے کا اشارہ کیا۔

کچھ دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔پھر وہ اٹھیں اور کھانے کی ٹرے اٹھالی۔ان کے گھٹنے اب پہلے جیسے نہیں تھے۔ گھر میں وہ سارا دن چلتی پھرتی تھیں۔لیکن سیڑھیاں چڑھنا دشوار تھا۔ ہفتے بعد جا کے اوپر صفائی کا جائزہ لیتیں۔

البتہ آج وہ خود ٹرے اٹھائے سنبھل سنبھل کے سیڑھیاں چڑھ رہی تھیں۔اسٹوڈیو کی طرف جاتے زینے بیرونی تھے۔لوہے کے زینے جن کے درمیان خلاء تھا۔ماں اوپر آئیں تو انہیں سانس چڑھ چکا تھا۔چند لمحے گہرے گہرے سانس لے کر تنفس ہموار کیا۔پھر اپنے بھاری ہاتھ سے دروازہ بجایا۔کلائی میں پڑے سونے کے کنگن چھنک اٹھے۔

''بیٹے کھانا کھالو۔کھانے سے کیا ناراضی۔''

''مجھے بھوک نہیں ہے ماں۔آپ جائیں۔''وہ بس ہلکا سا اتنا ہی بولی۔وہ اسٹوڈیو کے فرش کے وسط میں بیٹھی تھی۔گھٹنے سینے سے لگا کے ان پر تھوڑی ٹکا رکھی تھی۔آنسو آنکھوں سے نکل کے چہرے کے دانوں پر سے پھسلتے جا رہے تھے۔

''مالا...میری بیٹی...''انہوں نے اپنے ٹھنڈے ہاتھ سے پھر دستک دی۔مگر وہ نہیں ہلی۔پھر آہستہ سے جھکیں۔ٹرے چوکھٹ پہ رکھی۔ایک ہاتھ سے ریلنگ کا سہارا لیا اور دوسرا گھٹنے پہ رکھے وہیں اوپری زینے پہ بیٹھ گئیں۔دوپٹے کے پلو سے گردن کا پسینہ تھپتھپا کے خشک کیا۔

یہ اوپن ائیر زینے تھے۔یہاں سے بیٹھ کے دیکھو تو ساری کالونی اور اس کے لہلاتے درخت نظر آتے تھے۔ہر گھر کے سامنے ایک چھوٹا سا سبز قطعہ اس گھر کے مالی کی محنت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

''تم پوچھتی تھیں کہ میں پودے کیوں اگاتی ہوں؟''

ہوا سے ان کا دوپٹہ اڑنے لگا تو اسے سر پہ ٹکا کے کانوں کے پیچھے اڑس لیا۔نگاہیں ان درختوں پہ جمی تھی جو قطار کی صورت میں سڑک کنارے اگے تھے۔ہر گھر کا اپنا درخت تھا۔

وہ گھٹنوں سے سر اٹھا کے غور سے سننے لگی۔

''اور میں کہتی تھی کہ پودے آکسیجن پیدا کرتے ہیں۔آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتے ہیں۔''

وہ نیم اندھیرا اسٹوڈیو میں بیٹھی خاموشی سے سنے گئی۔

''لیکن اصل بات یہ نہیں تھی بیٹے۔مجھے میرے پودے اس لیے اچھے لگتے ہیں کیونکہ یہ میری طرح تنہا تھے۔تمہارے ابو تمہارے بچپن میں مجھ سے جدا ہو گئے تھے۔''

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

وہ دھیرے سے اٹھی اور بنا چاپ کے چلتی ہوئی دروازے تک آئی۔ پھر اس کے ساتھ بیٹھی' یوں کہ پشت دروازے سے لگالی۔

''اگر میں لوگوں کی باتوں کو دل پہ لگائے بیٹھی رہتی تو میں زندگی کا یہ سفر کیسے طے کرتی؟ اپنے بچوں کو اکیلے کیسے پالتی؟''

مالا نے سر دروازے سے ٹکا دیا اور آنکھیں بند کرلیں۔ آنسو زار و قطار بہنے لگے۔

باہر ماں بھی ایسے بیٹھی تھیں کہ اس طرف پشت تھی۔ دونوں کے درمیان ایک بند دروازہ حائل تھا۔

''ہر پودا تنہا ہوتا ہے کیونکہ وہ اردگرد کے پودوں کو نہیں دیکھتا۔ اس کی جڑ زمین میں ہوتی ہے اور شاخیں آسمان میں۔ وہ اپنے رب کی طرف جانے کے لیے اپنا قد بڑا کرتا ہے۔''

وہ بے آواز رو رہی تھی۔ ساری عمر سنا تھا کہ وہ خوبصورت شکل کی ہے۔ کبھی اپنے بارے میں کوئی ان سیکیورٹی نہیں پالی۔ جب اسے لگا کہ وہ لوگ ان کی مالی حیثیت کی وجہ سے پیچھے ہٹ گئے ہیں تو اسے اتنا برا نہیں لگا تھا۔ لیکن آج کیسے دو عورتوں نے مل کے اس کی ساری ذات کو زمین بوس کر دیا تھا۔ وہ الفاظ ''کیا آپ نے اس کا چہرہ دیکھا تھا؟ دانوں سے بھرا ہوا۔'' اس کے دل میں ایسے گڑھے تھے کہ اب نکل نہیں پا رہے تھے۔

چہرے کے چند نشان' سانولی رنگت' چھوٹا قد' موٹاپا.... کیا انسان خوبصورتی کے ان پیمانوں کو آنکھوں میں لیے پیدا ہوا تھا یا یہ معاشرے نے اس کے ذہن میں فٹ کیے تھے؟

ماں کہہ رہی تھیں۔

''پودے کو نہیں پرواہ ہوتی کہ اس کے اردگرد کیا ہو رہا ہے۔ کس کے پھل اس سے زیادہ ہیں اور کس کا پھول اس سے خوشنما ہے۔ وہ بس اپنے بیج کا وفادار ہوتا ہے۔ وہ بیج جس نے اسے جنا ہوتا ہے۔ وہ اپنی ساری توانائی اس بیج کو درخت جتنے قد تک پہنچانے میں صرف کرتا ہے۔''

اس نے آنکھیں کھولیں۔ اسٹوڈیو تاریک اور خاموش تھا۔ اور دھندلا بھی۔ آنسو آنکھوں سے گرنا رک گئے تھے۔

ماں اب گھٹنوں پہ ہاتھ رکھے کھڑی ہو رہی تھیں۔

''سب لوگ ایک جیسے ناقدرے نہیں ہوتے۔ کسی ایک کی وجہ سے ہر نئی دستک کا راستہ بند نہیں کرنا چاہیے۔''

وہ چونک گئی۔ ماں کو معلوم تھا وہ کیا سوچ رہی تھی۔ وہ اس کی ماں تھیں۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

اب زینے اترنے کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔

اس نے آنکھیں رگڑیں اور موبائل نکالا۔ پھر دھندلی بصارت کے ساتھ ظہیر کو کال کی۔

''ظہیر... میں پارٹنر شپ کے لیے تیار ہوں۔'' اس کی آواز گیلی تھی۔

دوسری جانب خاموشی چھا گئی۔

''مالا... ایسا ہے کہ اب میں تمہیں پارٹنر شپ آفر نہیں کر سکتا۔ سیلری پہ مینیجمنٹ پوزیشن دے سکتا ہوں۔''

''مگر تم نے پارٹنر شپ کہا تھا۔''

''ہاں لیکن ابو کا کہنا ہے کہ بغیر انویسٹمنٹ کے مجھے کسی کو پارٹنر نہیں بنانا چاہیے۔ اگر تم انویسٹ کر سکو تو ہم اس بارے میں بات کر سکتے ہیں۔''

وہ ظہیر کو جانتی تھی۔ وہ جھوٹ بول رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کا رشتہ نہیں ہو رہا اور وہ مجبور ہو کے اس کے پاس آئی ہے۔ وہ اس بات سے بھی واقف تھا کہ مالا انویسٹ نہیں کر سکتی۔ ماں نے ماہی کی شادی ابھی چند ماہ پہلے ہی کی تھی۔ ایسے میں وہ ایک خطیر رقم مانگ کے ان کی کمر نہیں توڑ سکتی تھی۔

کیا اسے ایسے شخص کے ساتھ کام کرنا چاہیے جو آفر دے کر پیچھے ہٹ گیا تھا؟ جو اس کی مجبوری کا فائدہ اٹھا رہا تھا۔ کیا ایسا شخص ایک ریڈ فلیگ (سرخ جھنڈا) تھا یا ایک اچھا کولیگ؟

لیکن اس وقت اس کے پاس دوسرا کوئی آپشن نہیں تھا جو اسے جلد سے جلد گھر کے اس ماحول اور خاندان والوں سے دور کر دے۔

''ٹھیک ہے مجھے قبول ہے۔''

اس نے فون رکھ دیا۔ یہ قبول ہے کہنا بہتر تھا اس قبول ہے کہنے سے جس کے خواب ہر لڑکی کی طرح اس نے ساری عمر دیکھے تھے۔ لیکن کشمالہ مبین وہ ان لڑکیوں میں سے نہیں بنے گی جو بار بار چائے کی ٹرالی لائیں اور ریجیکٹ ہوں۔ کیا فائدہ اس شادی کا جس میں دوسرے کے معیار کے مطابق خود کو ایک سانچے میں ڈھالنا پڑے۔

اس نے بھی ہر لڑکی کی طرح سوچا تھا کہ شادی اسے خوشی دے گی۔ لیکن آج اسے علم ہوا تھا کہ شادی خوشی کا دوسرا نام نہیں تھی۔ شادی خوشی کے لیے نہیں کی جاتی۔ کس لیے کی جاتی ہے' یا خوشی ہوتی کیا ہے' یہ اسے ابھی نہیں معلوم تھا۔ شادی مشکل ہے۔ اکیلے رہنا بھی مشکل ہے۔ اس نے اکیلے رہنے کا انتخاب کر لیا تھا۔

اس نے آنسو صاف کیے اور وہاں سے اٹھی۔ اسے نیچے جا کے ماں کو اپنا فیصلہ سنانا تھا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

المرجان لاؤنج کی بالائی منزل پہ ایک پرتعیش اور وسیع و عریض ریستوران بنا تھا۔ وہ اپنا کھانا ڈال کے لایا تو دیکھا' وہ میز پہ ویسے ہی بیٹھی مسلسل کالز کیے جا رہی ہے۔

''کھانا کیوں نہیں کھا رہی ہو؟'' وہ اسے تھوڑی دیر پہلے اپنے ہمراہ اوپر لایا تھا تا کہ وہ کھانا کھا سکیں۔ اب دیکھا تو وہ ایسے ہی بیٹھی تھی۔ قدرے شرمندہ سی۔

''میں پے کیے بغیر کھا نہیں سکتی۔''

''یہ فری ہے۔ تم میری گیسٹ ہو۔ جاؤ شاباش۔ کھانا کھاؤ۔'' وہ نرمی سے کہہ کے سامنے بیٹھا۔ وہ اب بھی نہیں اٹھی تو ماہر نے گہری سانس لی۔

''کیا تم قطر ائیر لائن سے بدلہ نہیں لینا چاہتیں؟ تم جتنا کھانا کھاؤ گی' ان کو اتنا ہی کھانا اور بنانا پڑے گا۔ نقصان ہی نقصان۔''

تھوڑی دیر بعد ماہ بینہ مبین پلیٹ بھرے اس کے سامنے بیٹھی مزے سے کھا رہی تھی۔ دو تین ڈرنکس اور جوسز بھی ساتھ رکھے تھے۔ ایک تو بھوک اتنی لگی تھی۔ اوپر سے فلائٹ کا کھانا اچھا نہیں لگا تھا۔ اور یہاں تو انواع و اقسام کے کھانے دستیاب تھے۔

کھانا اندر گیا تو دماغ کچھ سوچنے کے قابل ہوا۔ نہ ماں یا مالا نے اس کی کال اٹھائی تھی۔ نہ عباد نے۔ سب ٹھیک تو تھے نا؟ اور اس سے پہلے کہ وہ ان کے بارے میں سوچتی' اس کا خیال اس آدمی کی طرف چلا گیا جو پچھلے دو گھنٹے سے اس کے ساتھ موجود تھا۔ ماہی نے غور سے اسے دیکھا۔ وہ تھوڑا سا کھانا ڈالے غائب دماغی سے کھا رہا تھا۔ اس نے سوائے کارڈ اسکین کرنے کے' اپنا موبائل نہیں نکالا تھا۔ وہ ایک ورکنگ پروفیشنل لگتا تھا۔ کیا اس کے کام نہیں ہوں گے؟ یہاں ہر کوئی فون پہ لگا تھا۔ وہ کیوں دنیا سے کٹا ہوا تھا؟

''آپ میری مدد کیوں کر رہے ہیں؟'' وہ ہاتھ روک کے بغور اسے دیکھنے لگی۔ ماہر نے جھکا سر اٹھایا۔ اس کی آنکھوں میں ناسمجھی تھی۔

''میں نے تمہارے لیے ایک پیسہ نہیں خرچ کیا۔ اس لاؤنج میں میرے کارڈ پہ کوئی بھی گیسٹ فری میں آ سکتا ہے۔''

''آپ مجھے وقت دے رہے ہیں۔''

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''نہیں۔ میں اپنا کھانا کھا رہا ہوں۔ میں اپنا وقت اور پیسہ کبھی ایسی جگہ نہیں لگاتا جہاں سے مجھے منافع نہ آئے۔''

اور اس لمحے ماہی کو خیال آیا۔

''آپ کا نام کیا ہے؟ آپ نے بتایا ہی نہیں۔''

''تم نے پوچھا نہیں۔'' کہہ کے واپس کھانا کھانے لگا۔ ماہی نے چند ثانیے انتظار کیا۔

''آپ کون ہیں؟'' شائستگی سے دہرایا۔

''معمار۔''

''یہ آپ کا نام ہے یا آپ آرکیٹیکٹ ہیں؟''

''تمہارا کیا خیال ہے؟''

اور اسے احساس ہوا کہ وہ اپنے بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا۔

''میرا نام ماہ بینہ ہے۔'' خود سے بولی۔ ''اور میرے شوہر کا نام عباد ہے۔''

''کہاں سے ڈھونڈا تھا تم نے ایسا لاپرواہ شوہر' بینہ؟'' وہ سر جھکائے چھری کانٹے سے اسٹیک کاٹ رہا تھا۔ ماہی نے گہری سانس لی۔ لوگ اکثر اس کے مشکل نام کو چھوٹا کر کے بینہ بنا دیتے تھے۔

''وہ ایسے کبھی نہیں کرتا۔ پتہ نہیں وہ ٹھیک ہے بھی یا نہیں۔'' وہ فکرمند ہوئی۔ ''وہ میرا واحد دوست ہے۔ میں اس کو جانتی ہوں۔''

''واحد دوست؟'' ماہر نے چہرہ اٹھا کے تعجب سے اسے دیکھا۔ ''تم تو بہت غریب نکلیں۔''

''مجھے دوست بنانے کا شوق نہیں ہے۔ ویسے دوست سے یاد آیا' آپ کو ون ان ففٹی کا فلسفہ معلوم ہے؟''

''تم ہی بتا دو۔''

اور وہ واقعی جوش سے بتانے لگی۔ ''میں نے کہیں پڑھا تھا کہ ایک ریسرچ کے مطابق ائیرپورٹ پہ ملنے والے ہر پچاس لوگوں میں سے ایک شخص سے ہم دوبارہ زندگی میں ضرور ملتے ہیں۔''

''مطلب؟''

''مطلب اگر میں ائیرپورٹ پہ پچاس لوگوں کو دوست بناؤں تو ان میں سے کسی ایک سے میں زندگی میں دوبارہ ضرور ملوں گی۔''

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''پچاس میں سے ایک۔ بہت دلچسپ۔'' وہ پہلی دفعہ مسکرایا۔ اس کے گال میں گڑھا سا بنا۔

تبھی ماہی کا فون بجنے لگا۔ اس نے جلدی سے کانٹا رکھا ایسے کہ وہ گرتے گرتے بچا۔ بے اختیار اسکرین دیکھی۔ ماں کالنگ۔ جھٹ فون کان سے لگایا۔

''کدھر تھیں آپ؟ کب سے کال کر رہی ہوں۔'' وہ چھوٹتے ہی بولی۔ پھر رک کے سننے لگی۔ ''کیوں؟ کیا ہوا؟''

وہ دھیرے سے وہاں سے اٹھا اور دور کافی بار کی طرف چلا گیا۔ باریستا کو اپنی کافی کا آرڈر نوٹ کروایا۔ اور پلٹ کے اس کی طرف دیکھا۔ وہ انیس بیس سال کی لڑکی سرخ چہرہ لیے' غصے سے فون پہ کچھ کہہ رہی تھی۔ آنکھوں میں آنسو تھے۔ ماہر نے افسوس سے سر جھٹکا۔ امیر ہو یا مڈل کلاس۔ سب کے اپنے فیملی ایشوز تھے۔

پھر وہ بار کاؤنٹر سے ٹیک لگائے کھڑا کافی کے سپ لیتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ کال سے فارغ ہوگئی۔ تب وہ واپس آیا تو دیکھا۔ وہ کھانا چھوڑے بیٹھی ہے۔ اور چہرہ ابھی تک سرخ ہے۔

''انشاءاللہ تمہاری فلائٹ کا انتظام ہوگیا ہوگا؟'' کھنکھار کے کہتا سامنے بیٹھا۔

''نہیں۔ میری امی کا فون تھا۔ وہ پہلے ہی پریشان تھیں۔ میں ان کو مزید کیا پریشان کرتی۔ ویسے بھی ان کے پاس کریڈٹ کارڈ نہیں ہے۔ بہن کا کارڈ بھی نہیں چلے گا۔ بس میرا شوہر فون اٹھا لے۔'' وہ فرسٹریشن سے عباد کو پھر سے کال ملانے لگی۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ لڑکی اب غصے اور بے بسی کا شکار نظر آ رہی تھی۔ یقیناً اس کی ماں نے اسے کچھ ایسا کہا تھا۔

''ابھی تک فون آف ہے اس کا۔''

''کیا کرتا ہے تمہارا شوہر؟'' وہ اس کا دھیان بٹانے کے لیے بولا اور ٹیک لگا لی۔

''وہ بائیس سال کا ہے۔ اسٹوڈنٹ ہے۔''

''اوہ۔ اتنی جلدی شادی کر لی تم دونوں نے۔''

"اوہ۔ اتنی جلدی شادی کر لی تم دونوں نے۔"

"نہیں کرنی چاہیے تھی شاید۔ کیا فائدہ ہوتا ہے شادی کا۔ دوسروں کی مرضی اور معیار کے مطابق زندگی گزارو۔" وہ جیسے سوچ کچھ اور رہی تھی' بول کچھ اور رہی تھی۔ تلخی ہی تلخی۔

وہ ٹیک لگائے بیٹھا' ایک ہاتھ گال تلے رکھے' بغور اس لڑکی کو دیکھے گیا جس کا چہرہ کسی بھی قسم کی سرجری یا بوٹوکس

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

سے پاک تھا۔

"تمہارا سب سے بڑا خواب کیا ہے؟"

ماہی نے بھیگی نظریں اٹھا کے اسے دیکھا۔ (سہیل اور ثمرین آنٹی کو الٹا ٹانگ دینا۔ بلکہ اللہ کرے دونوں کو چکن پاکس نکل آئیں۔ بڑا مزہ آئے گا۔)

لیکن جب بولی تو سنجیدگی سے بس اتنا ہی۔

"ہم مڈل کلاس لڑکیوں کی سب سے بڑی فینٹسی شادی ہوتی ہے۔ آپ کی کلاس کی لڑکیوں کی کچھ اور ہوتی ہوگی۔"

وہ ایک دم ہنس دیا۔ زور سے۔ وہ رک کے اسے دیکھنے لگی۔ وہ پہلی دفعہ ہنسا تھا۔ مختلف سا لگا۔

"یقین کرو میری سوسائٹی کی لڑکیوں کی سب سے بڑی فینٹسی بھی شادی کرنا ہے۔" وہ مسکرا کے کہہ رہا تھا۔ کافی کا خالی کپ ہاتھ میں گھما بھی رہا تھا۔ اس کی انگلیوں کو سگار کی طلب ہو رہی تھی۔ "لیکن کیا تم شادی کر کے پچھتا رہی ہو؟"

"پتہ نہیں۔ شاید مجھے شادی نہیں کرنی چاہیے تھی۔" ایک اجنبی ملک کے ائیر پورٹ پہ سو مسئلوں میں گھری ماہ بینہ کو ایک اجنبی کے سامنے دل ہلکا کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آ رہی تھی۔ وہ اجنبی تھا ہی ایسا۔

"شاید میں نے غلط کیا۔ میری پڑھائی ادھوری رہ گئی۔ مجھے شوق نہیں ہے کیریئر بنانے کا۔ میری بہن کو بہت شوق ہے۔ اور"... اس کی آواز بھیگی۔ "مجھے نہیں لگتا اب وہ کبھی شادی کرے گی۔ وہ کیریئر بنائے گی۔ شاید وہ ٹھیک کہتی ہے۔ کیا رکھا ہے شادی میں؟ بہتر ہے لڑکیاں اپنا کیریئر بنائیں تاکہ جب وہ ٹریول کریں تو ان کے پاس ان کے اپنے کارڈز ہوں۔" بے بسی سے آنسو آنکھ سے ٹپکا۔

"تمہاری بہن درست کہتی ہے۔ لڑکیوں کو مالی طور پہ خود انحصار ہونا چاہیے۔"

ماہ بینہ مبین کے دل کو دھکا سا لگا۔

"مگر میں گھر بنانا چاہتی تھی۔ ایک خوبصورت گھر۔ جہاں میرا شوہر میرے لیے کمائے۔ اور میں ہمارے بچے پالوں جیسے ہماری ماں نے ہمیں پالا۔ کیا میں غلط ہوں۔"

"نہیں۔" وہ ہلکا سا مسکرایا اور کپ نیچے رکھا۔ "تم بھی درست ہو۔ گھر بنانا تو سب سے ضروری ہے۔ تمہیں بنانا چاہیے۔ اور تمہارے شوہر کو تمہارے لیے کمانا چاہیے۔"

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

وہ ٹھہر کے اسے دیکھنے لگی۔ آنسو پلکوں کی باڑ پہ رک گئے۔

"میں بھی درست ہوں اور میری بہن بھی؟ دونوں ایک وقت میں کیسے درست ہو سکتی ہیں؟"

"جیسے رات اور دن ایک ساتھ رہتے ہیں۔ جیسے اس دنیا میں بہت سی متضاد حقیقتیں ایک ساتھ موجود ہیں۔ ایسے ہی تم بھی درست ہو بینہ اور تمہاری بہن بھی درست ہے۔" وہ آگے کو جھکا اور نرمی سے اس کو دیکھا۔

"تمہیں وہ کرنا چاہیے جو تم کرنا چاہتی ہو۔ گھر بنانا چاہتی ہو۔ گھر بناؤ۔ کام کرنا چاہتی ہو۔ کام کرو۔ دونوں کرنا چاہتی ہو۔ دونوں کرو۔" پھر وہ دائیں جانب شیشے کی دیوار کو دیکھنے لگا جس کے پار دور تک پھیلے جہاز دکھائی دے رہے تھے۔

"اور اگر شوہر سے نہیں بنتی اور اس کو چھوڑ کے کسی اور سے شادی کرنا چاہتی ہو"... اس کی آواز کانپی۔ "تو تمہیں اس کا حق ہے۔ تمہارے بیٹے بھی تمہیں اس کام سے نہیں روک سکتے۔" آخری فقرہ زیر لب کہا تھا۔

"اب اس کے فون نہ اٹھانے پہ میں اسے چھوڑ تھوڑی دوں گی۔" ماہی نم آنکھوں سے مسکرا دی۔ ایک دم اس کا دل مطمئن ہو گیا تھا۔ ہر کسی نے شادی کے وقت کہا تھا کہ اس کی عمر چھوٹی ہے۔ کیوں کر رہی ہے شادی۔ لیکن اس کی قسمت میں ایسا ہی لکھا تھا۔ اور یہ وہ پہلا پڑھا لکھا آدمی تھا جس نے اس کے خیالات کی تصدیق کر دی تھی۔

"لیکن تمہیں اپنی پڑھائی مکمل کرنی چاہیے۔"

"کروں گی۔ لیکن مجھے پڑھائی سے زیادہ پرانے گھروں کو رینوویٹ کر کے بالکل نیا کرنے کا شوق ہے۔"

"میں یہی کام کرتا ہوں۔ ہم قطر میں پرانی اپارٹمنٹ بلڈنگز کو رینوویٹ کر کے تبدیل کر دیتے ہیں۔ اور پھر اسے بیچتے ہیں۔" وہ بے اختیار بولا۔ یہ وہ پہلی بات تھی جو اس اجنبی نے اپنے بارے میں بتائی تھی۔

"اور کیا ہر تبدیلی کی اپنی کہانی ہوتی ہے؟"

"کہانی؟" وہ سمجھا نہیں۔

"میری بہن کہتی ہے کہ آپ کسی جگہ کو ایسے ہی تبدیل نہیں کر سکتے۔ ہر تبدیلی کی اپنی ایک کہانی ہوتی ہے۔ اور ایک اچھے بزنس مین کو اس کہانی کو بیچنا آنا چاہیے۔"

ماہر نے کچھ نہیں کہا۔ بس لبوں پہ مٹھی جمائے اسے دیکھے گیا۔ وہ کھانا کھاتے ہوئے ساتھ ساتھ کسی ریستوران کے بارے میں بتا رہی تھی جس کو اس کی بہن رینوویٹ کرنا چاہتی تھی اور وہ اس کی مدد کر سکتی تھی۔ لیکن وہ سن نہیں رہا تھا۔ اس کا دماغ کہیں اور تھا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

"اٹھو۔تمہاری فلائٹ بک کرتے ہیں۔"وہ اٹھ کھڑا ہوا تو وہ حیرت سے اسے دیکھے گئی۔

" مگر عباد نے فون نہیں اٹھایا۔"

"میری فلائٹ کا وقت ہو رہا ہے۔میں تمہیں یہاں چھوڑ کے نہیں جا سکتا۔ابھی میں تمہیں ٹکٹ لے دیتا ہوں۔ تم بعد میں مجھے پیسے واپس کر دینا۔"

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔"وہ فوراً سے انکاری ہوئی۔"میں آپ سے پیسے نہیں لے سکتی۔ میں نے اس لیے آپ کو اپنے ساتھ بیٹھنے کے لیے نہیں کہا تھا۔ مجھے صرف panic ہو رہا تھا۔ورنہ"....اس کے رخسار سرخ ہوئے۔

"میں تمہیں پیسے نہیں دے رہا۔ائیرلائن کو دے رہا ہوں۔جب وہ تمہیں واپس کریں تو تم مجھے واپس کر دینا۔بات ختم۔اٹھو۔"اس نے موبائل نکال لیا اور اسے اٹھنے کا اشارہ کیا۔وہ بیک پیک اٹھائے متذبذب سی کھڑی ہو گئی۔اف عباد۔

اس سارے پراسیس میں چند منٹ سے زیادہ نہیں لگا۔بورڈنگ پاس ہاتھ میں آتے ہی اس نے ممنونیت سے اس اجنبی کو دیکھا تھا۔

"تھینک یو۔لیکن میں یہ پیسے واپس کروں گی۔ مجھے کوئی اکاؤنٹ نمبر یا اپنا کارڈ دے دیں۔"

ماہر نے اس کا بیک پیک اٹھایا اور جیب سے پین نکالا۔وہ تعجب سے اسے دیکھنے لگی۔وہ بیک پیک کے اسٹریپ پہ پین سے ایک فون نمبر لکھ رہا تھا۔ ماہی کے لب کھل گئے۔ابھی دوہا ائیرپورٹ پہ لینڈ کرتے ہی اس نے harrods سے یہ بیک پیک لیا تھا۔زندگی کا سب سے مہنگا بیک پیک۔اور کمبخت نے اس کو داغدار کر دیا تھا۔لیکن وہ احتجاج کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ بیک پیک واپس رکھ کے ماہر فرید نے مسکرا کے اسے دیکھا۔

"دوہا میرا ہی شہر ہے۔یہاں اگر کوئی مدد چاہیے ہو تو اس نمبر پہ کال کر دینا۔ون ان ففٹی۔"پھر جیب سے کچھ نکال کے اس کی طرف بڑھایا۔

"یہ کچھ بیج ہیں۔اگر وقت ملے تو ان کو اگا دینا۔"

ماہی نے اس کے ہاتھ سے وہ پلاسٹک کا ننھا پیکٹ تھام لیا جو بیجوں سے بھرا تھا۔

وہ دور چلا گیا۔اور وہ اس اجنبی کو دور جاتے دیکھتی رہی۔یہاں تک کہ وہ انسانوں کی بھیڑ میں گم ہو گیا۔

پھر اس نے اپنا گیٹ معلوم کرنے کے لیے بورڈنگ پاس دیکھا تو وہ چونکی۔لب کھلے کے کھلے رہ گئے۔

اس آدمی نے ماہی کو بزنس کلاس ٹکٹ لے دیا تھا۔یقیناً اسے احساس ہو گیا تھا کہ وہ پریگنینٹ ہے۔اور وہ چاہتا

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

تھا کہ وہ آرام سے سفر کرے۔ لیکن کیا ائیر لائن بزنس کلاس کا لاکھوں کا ٹکٹ ری فنڈ کرے گی؟ شاید نہیں۔

اس نے پریشانی سے سر اٹھا کے اسے ڈھونڈنا چاہا لیکن وہ اب کہیں نہیں تھا۔

ائیر لائن واپس کرے یا نہیں' وہ اس کے پیسے اس کو ضرور واپس کرے گی۔ چاہے اسے زیور ہی کیوں نہ بیچنا پڑے۔ پتا نہیں کون تھا۔ چار گھنٹے اس کے ساتھ بیٹھا رہا اور اس کی اتنی مدد کی۔ شاید وہ اس سے زندگی میں کبھی دوبارہ نہیں ملے گی۔

ضروری نہیں ہے کہ وہی اس کا پچاس میں سے ایک ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مبین منزل پہ ایک عجب سی سوگواریت چھائی تھی۔ مالا جا رہی تھی اور معید اس سے بحث کر کر کے تھک چکا تھا۔ ماں نے بحث نہیں کی تھی۔ انہوں نے اسے اجازت دے دی تھی۔ لیکن وہ دکھی تھیں۔

اس وقت وہ کشمالہ کے بیڈ کے کنارے بیٹھی تھیں۔ اس کا بیگ بیڈ پہ رکھا تھا اور وہ اس میں آخری چند چیزیں ڈال رہی تھی۔ سر جھکا تھا اور بال کس کے پونی میں باندھے ہوئے تھے۔

"تم واقعی اسلام آباد جا رہی ہو بیٹے؟" ان کی آواز میں ٹوٹی امید کی کرچیاں تھیں۔

"ماں میں فیصلہ نہیں بدلوں گی۔ آپ نے مجھے ایموشنلی بلیک میل نہیں کرنا۔" وہ سنجیدگی سے کہتے ہوئے زپ چڑھا رہی تھی۔ چہرہ سپاٹ تھا۔ "کم از کم ظہیر کے ریستوران میں مجھے میرے کام سے پہچانا جائے گا' نہ کہ میرے چہرے کے دانوں سے۔"

"وہ ایک چھوٹی عورت کی چھوٹی بات تھی۔ اس کی وجہ سے تم ہر کسی کو رد کر دو گی کیا؟ اب تمہارے ابو کی کزن رشیدہ نے بھی تمہارا رشتہ مانگا ہے۔ ان کا بیٹا بہت اچھا"...

"ماں پلیز"... اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کے ان کو دیکھا تو آنکھیں گیلی تھیں

"اب آپ مجھے کسی کا رشتہ نہیں بتائیں گی۔ کم از کم کچھ عرصے تک نہیں۔ میں نے نہیں کرنی شادی۔"

چند لمحے کے لیے دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی۔ پھر مالا نے بیگ رکھا اور ان کے ساتھ بیڈ پہ آ کے بیٹھی۔ دونوں کے پاؤں زمین کو چھو رہے تھے اور رخ دیوار کی طرف تھا۔

"آپ نے کہا تھا پودا اپنے بیج کا وفادار ہوتا ہے۔ اسے پورے قد کا درخت بننا ہوتا ہے۔ مجھے بھی بننا ہے' ماں۔ مجھے اپنے آپ پہ کام کرنا ہے پہلے۔ اپنے کمپلیکسز پہ۔ اپنی خواہشات پہ۔ جن کو میں نے شادی کے لیے چھوڑ رکھا

www.facebook.com/nemrahahmed.official

تھا۔"

پھر اس نے پیچھے رکھے سامان میں سے ایک ڈبہ اٹھایا اور ان کے سامنے کیا۔ ماں نے ڈبے کا ڈھکن ہٹایا تو اندر سفید اور سلور ہیلز تھیں۔ وہ ناسمجھی سے اسے دیکھے گئیں۔

"ظہیر نے مجھے ایڈوانس سیلری دی ہے اور یہ میں نے اس سے خریدی ہیں۔ میں اپنی اسکن کی ٹریٹمنٹ بھی شروع کروں گی لیکن اس کمائی سے جو میں خود کماؤں گی۔ میں نے اپنی خواہشات شادی کے لیے چھوڑ رکھے تھے۔ جب شادی ہوگی تو میں یہ کروں گی۔ وہ کروں گی۔ لیکن نہیں ماں۔ شادی خواب پورے کرنے کے لیے نہیں کی جاتی۔ مجھے جو کرنا ہے خود کرنا ہے۔ اپنے لیے کرنا ہے۔"

ماں نے تعجب سے اس ہیلز کو دیکھا۔

"یہ صرف جوتے ہیں مالا۔ یہ انسان کبھی بھی خرید سکتا ہے۔"

"نہیں ماں۔ یہ صرف جوتے نہیں ہیں۔ یہ میری بہت سی خواہشات کی علامت ہیں جن کو میں نے کسی دوسرے انسان کے لیے چھوڑ رکھا تھا۔ وہ آئے گا تو یہ پوری ہوں گی۔ اور اسی لیے مجھے دکھ زیادہ ہوا ہے۔ میں نے اب کسی انسان سے یہ توقع نہیں لگائی کہ وہ میری خواہشات پوری کرے گا۔ میں خود اپنے لیے کافی بننا چاہتی ہوں۔ اس لیے مجھے مت روکیں۔"

اس نے گیلی آنکھوں سے ساتھ کہتے ہوئے ماں کا ہاتھ تھاما۔ آج ان کا ہاتھ گرم تھا۔

"ٹھیک ہے بیٹے۔ جیسے تمہاری مرضی۔" انہوں نے ہلکی آواز میں کہا۔ ان کے کندھے جھکے ہوئے اور آواز پست تھی۔ پھر وہ گھٹنے پہ ہاتھ رکھے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ "میں ساتھ لے جانے کے لیے لنچ پیک کرواتی ہوں۔ ماموں سے بات ہوگئی تھی۔ انہوں نے تمہارے لیے اوپر والا کمرہ صاف کروا دیا ہے۔"

انہوں نے اپنا گرم ہاتھ اس کے ہاتھ سے نکال لیا تھا۔ اس کا دل کٹ کے رہ گیا۔ ان کا ہاتھ کیوں گرم تھا؟ کیا ان کو بخار تھا؟ کیا اسے پوچھنا چاہیے؟

کیا اسے مڑ کے دیکھنا چاہیے؟

کیا وہ نمک کا مجسمہ بننے کا خطرہ مول لے سکتی تھی؟

شاید نہیں۔ اس نے گرم ہاتھوں کو ذہن سے جھٹک دیا۔

اس وقت اسے خود کو سب سے اوپر رکھنا تھا۔ وہ واپس بیگ کی طرف آئی اور اپنی چیزیں اندر ڈالنے لگی۔ اس

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

وقت اپنے لیے اسے دل سخت کرنا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ ایک چھوٹے باغیچے والا سرمئی گھر تھا جس کا دروازہ سیاہ تھا۔ اس کے آگے تین زینے بنے تھے۔ ماہر فرید اس وقت اس سیاہ دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے وہی لباس پہن رکھا تھا جو قطر جاتے اور واپس آتے وقت پہنا تھا۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ ائیر پورٹ سے سیدھا یہیں آیا ہے۔

بدقت اس نے دروازے پہ لگی گھنٹی بجائی۔ پھر ہاتھ نیچے گرا دیا۔ حلق میں آنسوؤں کا گولا سا ابھرا جسے اس نے نیچے دھکیل دیا۔ پھر مڑ کے چھوٹے سے لان کو دیکھنے لگا۔ اس کا خیال نہیں رکھا جاتا تھا۔ پودے اجڑے پڑے تھے۔ باڑ ٹوٹی ہوئی تھی۔

مالی حالات برے تھے یا مالک مکان کو گھر کا خیال نہیں تھا؟

دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ وہ آہستہ سے پلٹا۔ اسے پہلے رابیل کے جوتے نظر آئے۔

پھر اس نے نگاہ اٹھائی۔

وہ گھنگھریالے بالوں والی عورت اس کے سامنے کھڑی تھی۔ اس کی ماں۔

رابیل کے چہرے پہ شاک ابھرا۔ پھر لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔ بے یقینی۔ خوشی۔

"ماہر"... وہ کمزور ہوگئی تھیں۔ آنکھوں تلے حلقے تھے۔ اور جیسے گڑھے بھی۔ میک اپ سے بے ریا چہرہ۔ بندھے بال۔ ملگجا لباس۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ اس کے باپ کے ساتھ جب وہ ہوتی تھیں تو ساری سوسائٹی ان پہ رشک کرتی تھی۔ وہ پانچ پانچ کیرٹ کی انگوٹھیاں پہنتی تھیں۔ ڈیزائنر ویئر۔ اور خوبصورت جوتے۔ اسے جوتوں کا شوق اپنی ماں سے ملا تھا۔ اور اب یہ عورت کون تھی؟ اس کی پرچھائیں۔

"میں ہلال سے ملنے آیا ہوں۔" وہ بائیں طرف چہرہ موڑ کے دیکھنے لگا۔

ابھی اس کے زخم نہیں بھرے تھے۔ ابھی ماں کو دیکھنا بہت مشکل تھا۔

مگر رابیل کا جوش ماند نہیں پڑا۔ انہوں نے مسکرا کے سر ہلایا۔

"اندر آؤ۔"

"نہیں۔ میں یہیں ٹھیک ہوں۔"

رابیل کے چہرے کی جوت مدھم ہوئی۔ لیکن مسکراہٹ برقرار تھی۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

"میں ہلال کو بھیجتی ہوں۔" وہ اندر غائب ہو گئیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ بھاگتی ہوئی چوکھٹ میں آئی۔ اس نے جینز پہ سفید ٹاپ پہن رکھا تھا اور لمبے بال شانوں پہ بکھرے تھے۔ بھوری آنکھوں میں حیرت سے زیادہ خوشی تھی۔

"آپ؟"

وہ دھیرے سے پنجوں کے بل بیٹھا اور مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ لیکن وہ ہنس کے ایک دم اس کے گلے لگ گئی۔ وہ اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ آہ۔ آکورڈ۔ پھر اس نے آہستہ سے وہ ہلال کی کمر پہ رکھے اور اسے ہولے سے تھپکا۔

اس کی زندگی ایک لمحے میں مکمل ہو گئی تھی۔

وہ مسکرا کے اس سے الگ ہوئی۔ "آپ ایک دن میں واپس آ گئے؟"

"میری مرضی۔" وہ بھی مسکرایا۔ پھر جیب میں ہاتھ ڈال کے کچھ نکالا۔

"یہ میں تمہارے لیے لایا تھا۔"

وہ چھوٹی سی ڈبیا تھی جس پہ ربن بندھا تھا۔ ہلال نے اسے اس کے ہاتھ سے جھپٹا اور تیزی سے ربن کی گرہ کھولی۔ کاغذ کی پیکنگ نیچے گر گئی۔ اندر ایک شیشے کے جار والی سینٹڈ کینڈل تھی۔

"بیربل نے کہا تھا کہ تمہیں سینٹڈ کینڈلز پسند ہیں۔"

ہلال نے ڈھکن کھول کے اسے سونگھا۔ "اسٹرابری۔ آئی لواٹ۔" پھر رک کے پوچھنے لگی۔ "کیا آپ کو بھی سینٹڈ کینڈلز پسند ہیں؟"

اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ اسے صرف سگار کے فلیورز کی خوشبوؤں کی پہچان تھی۔

"میں سوچ رہا تھا کل میں تمہیں اسکول سے پک کر لوں اور ہم لنچ کرنے چلیں؟" یہ آسان نہیں تھا۔ مشکل تھا۔ لیکن اسے کہیں سے ابتدا کرنی تھی۔

"مگر میں اسکول نہیں جاتی۔"

وہ چونکا۔ ابرو اکٹھے ہوئے۔ "ابھی تک؟"

"میرے پاپا مجھے ہوم اسکولنگ کرواتے ہیں۔"

وہ بغور اسے دیکھنے لگا۔ کچھ بہت عجیب تھا اس بات میں۔ کچھ چونکا دینے والا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

"تمہارے پاس کوئی فون یا آئی پیڈ وغیرہ ہے جہاں میں تم سے بات کر سکوں؟" اس نے لہجے کو سرسری سا بنایا البتہ چھٹی حس کوئی الارم دے رہی تھی۔

ہلال نے سر دائیں بائیں ہلایا۔

"میرے پاپا مجھے کوئی ڈیوائس استعمال نہیں کرنے دیتے۔"

"تمہیں فون استعمال کرنا نہیں آتا؟" وہ بے یقین تھا۔ لندن کے بچے تو بڑوں سے زیادہ ماہر ہوتے تھے۔ پھر ہلال کا باپ یہ پابندیاں کیوں لگا رہا تھا؟

"نہیں۔" ہلال نے معصومیت سے نفی میں سر ہلایا۔

"اگر تم کبھی کھو گئیں تو کسی کو کال کیسے کرو گی؟"

"ماہر"... آواز پہ وہ چونکا۔ پھر ایک دم سارے جسم کے اعصاب تن گئے۔ شمس اندر سے چلا آ رہا تھا۔

ماہر اٹھ کھڑا ہوا۔ دھیرے سے ہلال کا سر تھپکا۔

"تم اندر جاؤ۔ میں کل تمہیں گھر سے پک کر لوں گا۔"

وہ اندر بھاگ گئی اور شمس باہر آیا۔ وہ ماہر کو دیکھ کے حیران بھی ہوا تھا اور خوش بھی۔

"ماہر... اندر آؤ نا۔ بہت اچھا لگا تمہیں دیکھ کے۔"

شمس نیچے اتر آیا۔ اب وہ دونوں زینوں کے سامنے کھڑے تھے۔ ماہر نے ہاتھ بڑھا کے دروازہ بند کر دیا۔ تاکہ اندر جاتی آوازوں کا راستہ رک جائے۔

"ماہر مجھے واقعی بہت اچھا لگا کہ"... وہ کہنے لگا لیکن ماہر فریداس کے سامنے آیا اور اس کی بات کاٹی۔

"اب میری بات غور سے سنو شمس"... وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کے کہہ رہا تھا۔

"واللہ تمہاری موت میرے ہاتھوں لکھی ہے۔ واللہ۔ کب؟ کیسے۔ مجھے نہیں معلوم۔ لیکن اگر تم نے دوبارہ میری ماں پہ ہاتھ اٹھایا' تو تمہاری موت کا دن بہت قریب آ جائے گا۔ یاد رکھنا۔"

شمس کے چہرے پہ شاک ابھرا۔ لمحے بھر کے لیے وہ کچھ کہنے کے قابل نہیں رہا۔

"ما... ماہر... تمہیں"... وہ ہکلایا۔ "کسی نے غلط بتایا ہے... ایسا"....

"میں بیربل نہیں ہوں جسے تم شیشے میں اتار سکتے ہو۔ میں ماہر ہوں اور اب میں تمہارے بہت قریب ہوں۔" انگلی اٹھا کے وہ اسے تنبیہہ کر رہا تھا۔ "اس لیے یہ مت بھولنا کہ میں تمہارے اوپر نظر رکھے ہوئے ہوں۔" اس نے

www.facebook.com/nemrahahmed.official

انگلی اٹھا کے تنبیہہ کی۔ شمس جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔

ماہر فرید مڑا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنی کار کی طرف چلا گیا۔ اسے کہیں سے تو ابتدا کرنی تھی۔

.....

عباد اور ماہی کے بیڈروم کی بتی مدھم تھی۔ وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ اس کی آنکھیں رونے کے باعث گلابی ہو رہی تھیں۔ اور وہ ٹشو سے بار بار ناک رگڑ رہی تھی۔ عباد بیڈ کے کنارے سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس کے ایک بازو پہ پلستر بندھا تھا۔

"یہ سب اس منحوس ائیر پورٹ کی وجہ سے ہوا ہے۔" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "میں وہاں اتنی دیر نہ رکتی' اتنا اسٹریس نہ لیتی' تو میرا بچہ نہ کھوتا۔"

"شاید اس سب میں میرا قصور ہے۔" وہ سر جھکائے شکست خوردہ سا لگ رہا تھا۔ "میرا اس دن ایکسیڈنٹ نہ ہوتا اور میں تم سے رابطہ نہ کھوتا تو تم اتنا اسٹریس نہ لیتی۔"

ماہی نے گھٹنوں پہ سر رکھ دیا۔ ابھی انہوں نے کسی کو نہیں بتایا تھا۔ ماں اور مالا کو بھی نہیں۔

"اب دیکھنا سب کہیں گے' ماہی کو اس کنڈیشن میں کیا ضرورت تھی سفر کرنے کی۔ سب مجھے الزام دیں گے۔ کوئی نہیں مانے گا کہ ڈاکٹر نے مجھے اجازت دی تھی۔"

دفعتاً وہ چونکی۔ کچھ یاد آیا۔ وہ سیدھی ہوئی اور آنسو صاف کیے۔

"عباد... اس آدمی کو کال کی تھی؟ میں نے اسے میسج چھوڑا تھا۔ اس نے جواب ہی نہیں دیا۔"

"ہاں میں نے کی تھی۔ اس نے کہا کہ وہ ائیر لائن سے ری فنڈ کروا لے گا۔"

"اس کو ائیر لائن کیسے ری فنڈ کرے گی۔ اس کو تو میرا سیٹ نمبر یا پاسپورٹ نمبر بھی نہیں معلوم۔ اس نے کچھ بھی دیکھے بغیر صرف پے منٹ کی تھی۔ اور کچھ نہیں کہا اس نے؟"

"کہا تھا۔ یہی کہ جب تمہاری بیوی ٹریول کر رہی ہو تو تم اپنا فون آن رکھا کرو۔" عباد سخت بدمزہ ہوا۔ وہ جو آنکھوں میں آنسو لیے بیٹھی تھی' ہلکا سا مسکرائی۔

"تم نے اسے بتایا نہیں کہ تمہارا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا؟"

"اس نے موقع ہی نہیں دیا۔ مجھے لاپرواہی کا طعنہ دے کر فون بند کر دیا۔ شاید وہ پیسے لینا نہیں چاہتا۔ عجیب آدمی تھا۔"

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

"مہربان آدمی تھا۔" ماہی نے تصحیح کی۔ وہ ون ان ففٹی نہیں تھا کیونکہ وہ ان سے تعلق نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اسے اس روز یقین ہو چلا تھا کہ وہ اس سے پھر کبھی نہیں ملے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قاسم فرید کی آفس ٹیبل پہ بہت سے کاغذ بکھرے تھے۔ کافی کے چند خالی کپ بھی رکھے تھے۔ وہ ٹائی ڈھیلی کیے' آستین اوپر چڑھائے' کام میں غرق دکھائی دیتا تھا۔

ہلکی سی دستک کے بعد مالک اندر داخل ہوا تو اسے تعجب سے دیکھا۔

"تم کسی نئے آئیڈیا پہ کام کر رہے ہو؟" وہ سامنے کرسی کھینچ کے بیٹھا۔ ماہر نے سر اٹھا کے اسے دیکھا اور ہلکا سا مسکرایا۔ مالک اس مسکراہٹ کو پہچانتا تھا۔

"تمہیں یاد ہے ہم نے یہ بزنس ایمپائر کیسے کھڑی کی تھی؟"

"تمہارے ابا اور میں نے قطر کی رئیل اسٹیٹ بیرون ملک بیچنا شروع کی تھی۔"

"ہاں اور اس وقت کی ٹائمنگ نے ہماری مدد کی تھی۔ ہم نے ایک اپارٹمنٹ سے شروع کر کے ایک ایک وقت میں پوری پوری عمارتیں مہنگے داموں بیچی تھیں۔ لیکن آج یہ اتنی بڑی انڈسٹری بن چکی ہے کہ ہمارا کام بہت سست ہو چکا ہے۔ کسی نے ڈائریکٹ انویسٹ کرنا شروع کر دیا ہے۔ کوئی خود بروکر بن چکا ہے۔ اس لیے میں اس کام کو بند کرنا چاہتا ہوں۔"

مالک کے چہرے پہ بے یقینی ابھری۔ "کیا کہہ رہے ہو؟"

"ہم کب تک لندن کے لوگوں کو قطر کی رئیل اسٹیٹ بیچتے رہیں گے؟ کیوں نا ہم اس کے الٹ کریں؟ یعنی ہم قطر کے لوگوں کو لندن کی رئیل اسٹیٹ بیچیں۔"

مالک کو چند لمحے لگے شاک سے باہر آنے میں۔

"لندن کی رئیل اسٹیٹ بہت مہنگی ہے۔ ہم افورڈ نہیں کر سکتے۔"

"کر سکتے ہیں۔ میں بتاتا ہوں کیسے۔" اس نے ایک نقشہ اس کے سامنے رکھا۔ پھر قلم سے ایک جگہ اشارہ کیا۔

"میں ویسٹ اینڈ' مے فیئر' نائٹس برج اور belgravia کی پرانی اور تھکی ہوئی پراپرٹیز کی bidding میں حصہ لے کر انہیں خریدوں گا۔ یہ 1800 سے 2000 پاؤنڈز فی مربع میٹر کے حساب مل جائیں گی۔" وہ اس کو سمجھا رہا تھا۔ "میں ہر گھر پہ فی مربع میٹر 200 سے 300 سو پاؤنڈز کا خرچہ کر کے اس کو رینوویٹ کروں گا۔"

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

مالک نے ذہن میں جمع تفریق کی۔ "یعنی تمہیں پراپرٹی 2200 سے 2300 سو پاؤنڈز فی مربع میٹر کے پڑے گی۔"

"اور یہ قریبا 3000 پاؤنڈز پہ فروخت ہو جائے گی۔"

"لیکن لوگ ہم سے کیوں خریدیں گے؟"

"کیونکہ لندن کی ہائی اینڈ پراپرٹیز اس وقت 3200 سو پاؤنڈز فی مربع میٹر پہ فروخت ہو رہی ہیں۔ ہم مارکیٹ سے دو سو پاؤنڈز سستے میں فروخت کریں گے تاکہ ہمارے قطری کلائنٹس بھی خوش ہوں اور ہم بھی پیسہ بنائیں۔"

مالک چند لمحے اس کی بات پہ غور کرتا رہا لیکن وہ متاثر نہیں نظر آتا تھا۔

"یہ پراپرٹیز بہت پرانی ہیں۔ تم ان میں ایسا کیا کرو گے جو یہ مہنگے داموں فروخت ہو جائیں؟"

وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"اس روز مجھے ائیرپورٹ پہ ایک لڑکی ملی۔ اس نے مجھے ایک بات کہی تھی۔ ہر تبدیلی کے پیچھے ایک کہانی ہوتی ہے۔ میں ہر پرانے گھر کی کہانی نکالوں گا۔ اور پھر اس گھر کو اس میں رہنے والی قدیم انگلش فیملی کی روایات اور اقدار کو سامنے رکھتے ہوئے رینوویٹ کیا جائے گا۔ مجھے صرف وہ کہانی بیچنی ہے جو اس گھر کے ساتھ جڑی ہو گی۔"

"ہم اس بارے میں مزید بات کریں گے۔" وہ قدرے غیر مطمئن نظر آتا تھا۔ پھر اس نے پہلو بدلا۔

"ویسے تم کس لڑکی کے ساتھ آج کل ڈنرز پہ جاتے ہو۔"

وہ چونکا۔ اور ناسمجھی سے مالک کو دیکھا۔

"لڑکی؟ اچھا وہ... (اسے تو وہ بھول ہی گیا تھا۔) مجھے بیربل نے کسی سے ملوایا تھا۔"

"ہاں مجھے معلوم ہے۔ اس کو شمس نے ہی اس سے ملوایا ہو گا۔" مالک نے لہجہ سرسری بنا لیا۔ "میں صرف جاننا چاہتا ہوں کہ اگر تم اس سے شادی کرنا چاہے ہو تو"....

"ایک منٹ ایک منٹ"... وہ چونکا۔ ساری رئیل اسٹیٹ' سارے نقشے اسے بھول گئے۔

"شمس؟ شمس کہاں سے آ گیا درمیان میں۔" اس کی دکھتی رگ پہ ہاتھ پڑا تھا۔

"اوہ".. مالک نے حیرت سے اسے دیکھا، "تمہیں بیربل نے نہیں بتایا کہ وہ لڑکی شمس کے فیملی فرینڈز میں سے ہے اور"...

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

وہ ایک دم اٹھا۔ سارا خون چہرے میں سمٹ آیا تھا۔ اس نے موبائل اٹھایا اور ایک نمبر ملاتے ہوئے تیزی سے بالکونی کی طرف چلا گیا۔ شیشے کا دروازہ بند کر دیا۔ اب وہ فون کان سے لگائے غصے سے بات کر رہا تھا۔ وہ یقیناً بیربل کو کھری کھری سنا رہا تھا۔ اور بیربل آگے سے اس بات سے انکاری ہوگا۔ کیونکہ یہ سچ نہیں تھا۔ لیکن مالک نے کہہ دیا تھا تو ماہر نے مان لیا تھا۔ وہ اپنے باپ کے بھائی پہ سب سے زیادہ بھروسہ کرتا تھا۔

مالک خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ اس کے چہرے پہ تکلیف تھی۔ اس کی مٹھی بھنچی ہوئی تھی۔

(یہ آخری بار ہے۔ میں اسے دوبارہ دھوکہ نہیں دوں گا۔) اس نے ماہر کو دیکھتے ہوئے خود سے کیا وعدہ دہرایا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلے چند دن شمس پہ بہت بھاری گزرے تھے۔ وہ ماہر کا سامنا نہیں کر رہا تھا۔ جب وہ ہلال کو لینے آتا تو وہ کہیں غائب ہو جاتا۔ سرکار سے رابطہ بھی نہیں ہو رہا تھا۔ آج جیسے ہی رابطہ ہوا شمس فوراً سے فون لیے گھر سے باہر آ گیا۔

"کیا فائدہ ہوا مجھے اس سب کا سرکار؟ ماہر میرے بہت قریب آ گیا ہے۔"

شمس سڑک کنارے ایک سنگی بنچ پہ بیٹھا ناخوشی سے کہہ رہا تھا۔

"یہی تو تم چاہتے تھے۔ کہ وہ تم لوگوں سے تعلقات درست کر لے۔ اب کیا مسئلہ ہے شمس؟" سرکار نے اکتا کے پوچھا۔

"مجھے کمپنی میں شراکت داری چاہیے نہ کہ ماہر کی اپنے گھر میں مداخلت۔ میں اس کو ہینڈل نہیں کر سکوں گا۔"

"چھوٹے بھائی کو جیسے رام کیا ہے اسے بھی کر لو۔"

"وہ تو باپ کی توجہ سے محروم بے وقوف لڑکا ہے۔ ماہر ایسا نہیں ہے۔ اسی نے مجھے برسوں پہلے ملازمت سے نکالا تھا۔ وہ پھر سے میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔" شمس کی حالت کسی ایسے نشئی کے جیسی ہو رہی تھی جسے اپنے نشے کی ڈوز نہ مل رہی ہو۔ بے چین۔ مضطرب۔

"ہوں۔" سرکار نے ہنکارا بھرا۔ "مجھے کچھ اور بتاؤ اس ماہر کے بارے میں۔"

"کیا بتاؤں؟" شمس چڑ گیا۔ "ماں دادا دادی سب کا نام تو دے دیا۔ سارا شجرہ ہے تمہارے پاس۔ اپنے موکلات سے پتہ کروا لو۔"

"ان موکلوں کو اتنی عقل ہوتی تو یہ انسان نہ بن جاتے؟" سرکار نے چھوٹا سا قہقہہ لگایا۔ "انسانوں والی بات بتاؤ شمس۔ ماہر فرید کی سب سے بڑی کمزوری کیا ہے۔"

www.facebook.com/nemrahahmed.official

شمس ٹھہر گیا۔اس کا دماغ تیزی سے کام کرنے لگا۔

"اس کا غصہ۔وہ بہت جلدی بھڑک اٹھتا ہے۔جب سے اس کی ماں نے اسے چھوڑا ہے' یہ تب سے ہے۔"

"بہت خوب۔اور اس کی سب سے بڑی طاقت کیا ہے؟"

"اس کا پیسہ۔بلکہ نہیں۔اعتبار۔"اس نے طنز سے ماہر کے الفاظ دہرائے۔"واللہ ماہر فرید پہ ہر کوئی اعتبار کرتا ہے۔"

"یہ ہوئی نا بات۔"سرکار کی آنکھیں چمکیں۔"اور اگر سب ماہر فرید پہ اعتبار کرنا چھوڑ دیں؟"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" شمس ہکا بکا رہ گیا۔

"ہم اس پہ یہیں سے حملہ کریں گے۔کچھ عرصے کی بات ہے....اور پھر ماہر فرید پہ کوئی اعتبار نہیں کرے گا۔بس تم دیکھتے جاؤ۔"

شمس ٹھہر کے سننے لگا۔اس کی آنکھیں خوشگوار حیرت سے پھیلتی جا رہی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسلام آباد کے اس کھنڈر جیسے ریستوران میں اس وقت رینوویشن کا کام جاری تھا۔ہر طرف مٹی اور سیمنٹ کے ڈھیر تھے۔کہیں پینٹ والے لگے تھے۔کہیں بجلی کا کام ہو رہا تھا۔ریستوران کے ہر حصے کو اکھاڑا ہوا تھا۔

ایسے میں ایک چھوٹے سے کمرے میں اس نے اپنی میز کرسی بچھائی ہوئی تھی۔اور اس وقت وہ ایک امریکی پوسٹل سروس کا پارسل کھول رہی تھی جو اسے ماہی نے بھیجا تھا۔اندر ایک نوٹ بھی تھا۔نہ جانے ماہی نے اسے میسج یا ای میل کرنے کی بجائے نوٹ کیوں بھیجا تھا؟وہ تعجب سے اسے پڑھنے لگی۔

(مالا میں تمہارے لیے خوش ہوں کیونکہ تم نے اپنی زندگی خود بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔میں یہ نہیں کہوں گی کہ تم غلط ہو۔)

ماہی کا خط پڑھ کے اس نے پارسل میں موجود دوسری چیز نکالی۔وہ ایک چھوٹا سا پیکٹ تھا جو ببل ریپ میں لپٹا تھا۔

(لیکن غلط میں بھی نہیں ہوں۔میں اپنی پڑھائی جاری رکھوں گی۔لیکن میں کیریئر نہیں بناؤں گی کیونکہ مجھے اس کا شوق نہیں ہے۔)

مالا قینچی سے ببل ریپ کو کاٹنے لگی۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

(میں اپنا گھر بناؤں گی۔ایک بچہ کھودیا تو کیا ہوا۔ میں دوبارہ کوشش کروں گی۔ مجھے گھر اور بچوں کا شوق ہے۔اور میں وہی کروں گی جو میرا دل چاہتا ہے۔)

ببل ریپ الگ ہوا تو اندر سے ایک پیکٹ نکلا۔ بیجوں کا پیکٹ۔ مالا نے اچھنبے سے انہیں اوپر اٹھا کے دیکھا۔

(ہم دونوں غلط نہیں ہیں۔شادی کرنا اور نہ کرنا عورت کی اپنی چوائس ہونی چاہیے۔تمہیں وہ کرنا ہے جو تمہارا دل چاہے۔لیکن اس سب میں تمہیں ماں کو نہیں بھولنا چاہیے۔)

وہ پیکٹ کو اوپر اٹھائے دیکھ رہی تھی۔ کھڑکی سے آتی سورج کی روشنی اس میں سے منعکس ہو رہی تھی۔ مالا مسکرا دی۔

(جب تم وہاں سے آئی تھیں تو انہیں تین چار دن بخار رہا تھا لیکن انہوں نے تمہیں بتانے سے منع کیا تھا۔اب وہ ٹھیک ہیں۔لیکن تمہاری کمی کوئی بھی پوری نہیں کر سکتا۔)

وہ اب باہر کھڑی تھی۔اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا گملہ تھا جس کی مٹی کو وہ چمچ سے اوپر نیچے کر رہی تھی۔

(تمہارے آنے کے چھے دن بعد ماں کی برتھ ڈے تھی۔تم نے ان کو ایک ہفتے بعد وش کیا۔ جانتی ہوں تم مصروف ہو۔لیکن امید کرتی ہوں کہ تم اس سب میں خود کو کھو نہیں دو گی۔ بلکہ ایک بہتر انسان بن کے نکلو گی۔)

مٹی نرم ہو چکی تھی۔وہ بیجوں کو مٹی میں چھڑکنے لگی۔اس کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔

(میں تمہیں ایک تحفہ بھیج رہی ہوں۔ یہ بیج مجھے ائیر پورٹ پہ ملنے والے ایک مہربان انسان نے دیے تھے۔یاد ہے میں نے تمہیں بتایا تھا نا' وہ امیر آدمی جس نے میرا ٹکٹ پے کیا تھا۔)

مالا اب مسکراتے ہوئے بیجوں کے اوپر مٹی ڈال رہی تھی۔وہ دھیرے دھیرے چھپتے جا رہے تھے۔

(تمہارے جانے کے بعد ماں نے چند نئے پودے لگائے ہیں۔میں جانتی ہوں' وہ ان پودوں میں تمہیں ڈھونڈیں گی۔)

اس نے بوتل سے ذرا سا پانی مٹی پہ ڈالا اور اس کو ہلکا سا نم کیا۔

(تم بھی ان بیجوں کو بو دینا۔اور ان میں اپنا آپ ڈھونڈنا۔)

اس نے گملے کو اپنے آفس کی کھڑکی میں رکھ دیا۔وہ ہر صبح اس میں سے اگنے والی کونپلوں کا انتظار کرے گی۔پھر اس نے سوچا کہ ماں کو کال کرے۔نہ جانے اس وقت ان کے ہاتھ گرم ہوں گے یا ٹھنڈے۔لیکن اسی وقت کنٹریکٹر اسے باہر بلانے لگا۔وہ فون گملے کے پاس چھوڑ کے باہر چلی گئی۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

دفعتاً اس کا فون تھرتھرانے لگا۔ ماں کالنگ۔

لیکن وہ دور جا چکی تھی۔

گملے کے اندر دفن بیج خاموشی سے فون کی تھرتھراہٹ سننے لگے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پانچ سال بعد۔

موجودہ دن۔

کشمالہ نے آنکھیں کھولیں۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھی تھی۔ جوگرز والا باکس اس کی گود میں تھا۔ اس کا چہرہ ابھی تک گیلا تھا۔ البتہ اس کی جلد بے داغ تھی۔ اور بال لمبے تھے۔

پانچ برس گزر چکے تھے۔ زندگی آگے بڑھ گئی تھی۔ اور بہت کچھ پیچھے رہ گیا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ باہر نکلی تو ماں لاؤنج میں اکیلی بیٹھی تھیں۔ وہیل چیئر پہ بیٹھے بیٹھے وہ اونگھنے لگی تھیں۔ وہ چپ چاپ ان کے ساتھ جا کے بیٹھ گئی۔ اور دھیرے اس ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے۔

وہ ٹھنڈے تھے۔

"میری پیاری ماں"... وہ گیلی آنکھوں سے انہیں دیکھے گئی۔ "میں اب کبھی آپ کو چھوڑ کے نہیں جاؤں گی۔ میں نے بہت سال ضائع کر دیے۔ اب نہیں۔"

وہ ان کو دیکھتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔ وہ گردن ترچھی کیے سو رہی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مالک کا لاہور والا اپارٹمنٹ ویسا ہی تھا جیسے وہ چھوڑ کے گیا تھا۔ وہ اس میں داخل ہوا تو اندھیرے نے اس کا استقبال کیا۔ ماہر نے بتی نہیں جلائی۔ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا وہ کھڑکی کے سامنے رکھی کرسی تک آیا۔ وہاں سے روشنیوں سے جگمگاتا سارا شہر نظر آتا تھا۔

اس نے جیب سے لائٹر نکالا اور کھڑکی کنارے رکھی ایک موم بتی کے دھاگے کو شعلہ دکھایا۔ اسٹرابری۔ ہلال کی پسندیدہ۔

پھر اس نے پیر چھوٹی میز پہ رکھ لیے اور ٹیک لگائے باہر دیکھنے لگا۔ کھڑکی کے شیشے پہ اس کا عکس بھی دکھائی دے رہا تھا۔ ہلکی بڑھی شیو والا مرد۔ کیا وہ وہی تھا جو پانچ برس پہلے ہوتا تھا؟ یا وہ بدل گیا تھا؟

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

ہر تبدیلی کی ایک کہانی ہوتی ہے۔تب ماہر فرید کا سب اعتبار کرتے تھے۔اور اب..وہ تلخی سے مسکرایا۔اب ماہر فرید کا کوئی اعتبار نہیں کرتا تھا۔کشمالہ مبین بھی نہیں۔

تبھی اس کا موبائل بجنے لگا۔اسے کوفت ہوئی۔وہ اس وقت بیربل کی بکواس نہیں سن سکتا تھا۔اکتا کے موبائل نکالا تو تاثرات بدلے۔ون ان ففٹی کالنگ۔

اس نے کال موصول کی۔ماہی کا چہرہ اسکرین پہ ابھرا۔یہ اس لڑکی سے کہیں میچور اور سمجھدار لڑکی کا چہرہ تھا جو اسے پانچ برس پہلے دوہا کے ائیر پورٹ پہ ملی تھی۔

اور اس کے بعد بھی وہ ایک دفعہ اس سے ملا تھا۔اسے ماہی اور اپنی دوسری ملاقات بھی یاد تھی۔

"آپ نے میسیج کیا تھا کہ آپ مالا سے ملنے پاکستان آئے ہیں۔"وہ تشویش سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہاں۔میں ملا تھا تمہاری بہن سے۔اور"...اس نے الفاظ ڈھونڈنے چاہے۔لیکن وہ ہمیشہ کی طرح تیزی سے بات کاٹ کے بولی۔

"تبھی اس نے زیاد سے شادی سے انکار کیا ہے۔میں کہوں اسے ایک دم کیا ہو گیا ہے۔"

ماہر فرید تیزی سے سیدھا ہوا۔"اس نے زیاد سے شادی سے انکار کر دیا ہے۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(باقی اگلے ماہ ان شاءاللہ)

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official